SRE II LMA چوہدری بشیر احمد

نومبر 1984

نومبر ۱۹۸۴

# الرشد

# www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

جلد ۶ | صفر المظفر ۱۴۰۵ھ مطابق نومبر ۱۹۸۴ء | شمارہ ۲

# اس شمارے میں


- ادار یہ — مدیر
- اسرار التنزیل — شیخ المشائخ حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب رح
- چراغ مصطفوی ﷺ — پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے
- مجالس علم وعرفان — شیخ محمد حبیب الرحمٰن ایس پی (ریٹائرڈ)، لاہور
- صوفیاء کی دینی خدمات — سید علی شاہ
- منَ الظلمات الی النور — امان شاہ
- خون کے آنسو — میجر غلام محمد
- اصلاح معاشرہ کی ضرورت — مولانا احتشام الحسن کاندھلوی
- غزل — میجر فضل حسین فضل مرحوم
- افہام وتفہیم — پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے
- تمباکو نوشی — اسرار مسقط
- دیکھتا چلا گیا۔ سیاحانی کے قلم سے ● بشریت کی ردا میں خدائی۔ از اللہ بخش زاہد ایم اے



بیاد
حضرت العلام
مولانا
اللہ یار خان صاحب
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست
حضرت مولانا
محمد اکرم صاحب مدظلہ

مدیر مسئول
پروفیسر حافظ
عبدالرزاق صاحب
ایم۔ اے
(عربی اسلامیات)

دینی اصلاحی تصوف اور علمی سوچ کی داعی مجلہ

مجلس ادارت اعزازی
● پروفیسر باغ حسین کمال
ایم، اے
● ابوطلحہ

قیمت فی پرچہ ۴ روپے
سالانہ ۴۵/۰ روپے

ماہنامہ

# المرشد

چکوال (جہلم)
پاکستان

برائے رابطہ
"دارالعرفان" منارہ ضلع جہلم

سول ایجنٹ: مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور

حافظ عبدالرزاق پبلشر نے منہاج الدین پرنٹرز اصلاحی شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المرشد الحسنات منزل چکوال (جہلم) سے شائع کیا

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# شکرِ نعمت

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار انسان کے بس کی بات نہیں بلکہ نعمتوں کی مختلف قسموں کو انسان گننے لگے تو اپنی عاجزی کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں بعض نعمتیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے اہتمام سے ان کا ذکر فرمایا اور ان کو یاد کرنے کی تاکید فرمائی مثلاً ارشاد ربانی ہے

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا

ترجمہ: "اور اللہ کا یہ انعام اپنے اوپر یاد رکھو کہ جب تم باہم دشمن تھے تو اس نے تمہارے قلوب میں اُلفت ڈال دی، سو تم اس کی نعمت سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے"

اس نعمت کا تقاضا یہ تھا کہ اس کی قدر کی جاتی، اس کی حفاظت کی جاتی، یہی صورت شکر نعمت کی تھی اور اسی پر وعدہ الٰہی ہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ کہ اگر شکر نعمت کرو گے تو میں یقیناً نعمت میں اور اضافہ کردوں گا۔ مگر اس کے برعکس اس نعمت کی قدر نہ کرنا اس کے تقاضوں کا لحاظ نہ رکھنا کفرانِ نعمت ہے اور اس کی سزا بھی سُنا دی گئی ہے کہ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ یعنی اگر تم نے ناشکری اور ناقدری کی تو کان کھول کے سُن لو کہ میری سزا بھی بڑی سخت ہے"۔

یہ خطاب ان لوگوں کو ہے جو ایمان کی دولت کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ ہماری حیثیت دو گونہ ہے اوّل یہ کہ ہم مسلمان ہیں دوم یہ کہ ہم پاکستانی ہیں مسلمان ہونے سے اخوت اور اتحاد ہماری دینی ضرورت اور ایمانی فرض ہے اور پاکستانی ہونے کی حیثیت سے یہ ہماری سیاسی ضرورت ہے۔ مگر ہم نے دونوں حیثیتوں سے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناقدری کر رکھی ہے۔ اس لئے ہم پر بدامنی اور بے چینی کا عذاب نازل ہو رہا ہے، جان محفوظ ہے نہ ایمان، عزت محفوظ ہے نہ مال ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کا ازالہ کیونکر اور باہمی اخوت اور اتحاد پیدا کرنے کی صورت کیا ہو سکتی۔ اس سلسلہ میں چند تجاویز ذہن میں آتی ہیں۔

۱۔ ہمارے لیڈر، مبلغ، واعظین اور مقررین یہ عہد کریں کہ اپنی تقاریر میں صرف مثبت رویّہ اختیار کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اپنے مسلک اپنے نظریہ اپنے طریق کار کی خوبیاں بیان کی جائیں۔ اور منفی رویہ یہ ہے کہ صرف دوسروں پر کیچڑ اچھالا جائے اور ہماری بدقسمتی ہے کہ سیاسی سٹیج ہو یا منبر و محراب ہر جگہ سے صرف منفی صورت کا اظہار ہوتا ہے اور ببانگ دُہل ہوتا ہے اِلّا ماشاء اللہ۔ اور لطف یہ کہ اس پر ناز بھی ہوتا ہے اور اترایا جاتا ہے۔

۲۔ عوام یہ عہد کریں کہ منفی رویہ کی آئینہ دار تقریر، وعظ یا خطاب سننے سے صاف انکار کردیں گے۔ ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کریں گے۔

۳۔ حکومت اور ارباب اقتدار اوّل یہ عہد کریں کہ جو کہیں گے وہ کریں گے بھی، دوم یہ کہ سرکار اس حقیقت پر غور کرے کہ محرم کا چاند نظر آتے ہی ملک میں ایسی صورت کیوں پیدا ہو جاتی ہے جیسے ہنگامی حالات ہوں ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پولیس گلیوں اور سڑکوں میں نکل آتی ہے اور فوج بیرکوں میں ہر وقت کسی حکم کے لئے کان کھڑے کئے رہتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ یہ علاقہ ایک نئی قسم کی عبادت کا موسم ہوتا ہے تو یہ بات دل کو لگتی نہیں کیونکہ عبادت کی پہلی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہو اللہ کے رسول نے وہ عبادت کی ہو، کرنے کا ڈھنگ سکھایا ہو اپنے سامنے اپنے شاگردوں سے وہ عبادت کرائی ہو اور عبادت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خشوع و خضوع ہو۔ عاجزی ہو، وقار اور سنجیدگی ہو مگر اس عبادت کے متعلق دونوں پہلوؤں سے نگاہ کی جائے تو معاملہ مختلف نظر آتا ہے۔ اول یہ کہ معزالدولہ نہ تو رسول تھا نہ کوئی امام وغیرہ تو اس کا ایجاد کردہ یہ سیاسی حربہ عبادت کیسے بن گیا۔ دوم یہ کہ اس اچھل کود اور ہائے وائے میں کہیں خشوع و خضوع عاجزی، سنجیدگی اور وقار کا کہیں نشان تک نہیں ملتا۔ سوم یہ کہ عبادت اور اجتماعی عبادت ہمیشہ عبادت گاہ میں ہوتی ہے یہ گلی گلی کی عبادت کسی مذہب میں سننے میں نہیں آئی۔ اس لئے حکومت صرف اتنا کردے، کچھ نہ دے بلکہ کردے کہ عبادت صرف عبادت گاہ میں کی جائے۔ اور دیکھ لے کہ فساد ختم ہوتا ہے یا نہیں۔ چلئے حکومت صرف ایک سال کے لئے تجرتباً یہ حکم نافذ کر کے دیکھ لے اگر یہ تدبیر قیام امن کے لئے مفید ثابت ہو تو اسے مستقل قانون کی حیثیت دیدے۔

اب تو یہ عبادت جہاں سے شروع ہوئی تھی وہیں سے اس کی تردید بھی آگئی ہے دیکھئے روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء ——— یوم عاشورہ منانے کے مروجہ طریقے غیر اسلامی ہیں۔ خامنہ ای

تہران (خصوصی رپورٹ) ایران کے صدر خامنہ ای نے کہا ہے کہ یوم عاشورہ پر امام حسینؓ کی یاد تازہ کرنے کے مروج طریقے یکسر غلط اور غیر اسلامی ہیں۔ اسلام آباد کے ایک انگریزی روزنامہ کے مطابق ایران میں نماز جمعہ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ یہ طریقہ نمود و نمائش اور غیر اسلامی اصولوں پر مبنی ہے، فضول خرچی اور اسراف ہمیں امام حسینؓ کے راستے سے دور کر دیتا ہے۔ انہوں نے علم اور تعزیہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ خواہ یہ محراب و گنبد کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو۔ یاد تازہ کرنے کی اسلامی شکل نہیں ان نمائشی چیزوں پر رقم خرچ کرنا حرام اور عاشورہ کی روح کے منافی ہے۔ کیونکہ یہ دن تفریح کا دن نہیں ہے۔ امام خمینی کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے صدر خامنہ ای نے کہا کہ مذہبی تقریبات کے دوران لاؤڈ سپیکر کا استعمال مدہم ہونا چاہیئے۔ اور عزاداری کے مقامات پر بھی پڑوسیوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچانی چاہیئے، لوگوں کو ماتم کرنے پر اکسانا نہیں چاہیئے اور نہ ہی یہ رسم لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہونی چاہیئے"

ایران کے صدر صاحب نے یوم عاشورہ پر اس "عبادت" کو یکسر غلط اور غیر اسلامی قرار دیا ہے اور یہاں یہ حال ہے کہ محرم کا سارا مہینہ بلکہ صفر بھی اسی نہنگامے کی نذر ہو جاتا ہے، اور علم اور تعزیہ پر ہی اکتفا نہیں گھوڑا اور مہندی اس پر مستنزاد ہے۔
جہاں تک پڑوسیوں کا تعلق ہے ہر گلی ہر گھر اور ہر مسجد پر پڑوسی کا اطلاق ہو جاتا ہے اور جہاں تک تکلیف کا تعلق ہے مسلح پولیس کے دستے عبادت گزاروں کی تعداد کے برابر موجود نہ ہوں تو تکلیف کا مکمل مفہوم سامنے آجائے۔
جب اپنے اور ذمہ دار اپنے کہہ رہے ہیں کہ یہ غیر اسلامی اور حرام ہے تو ہماری حکومت اسے عبادت کیسے قرار دیتی ہے۔ بہر حال ہماری حقیر سی تجاویز ہیں ؎

مانو نہ مانو مشفق من اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

(مدیر)

# اسرار التنزیل

شیخ المشائخ حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا الخ

ترجمہ: "وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین (اسلام) دے کر (دنیا) میں بھیجا۔ تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ اس کا گواہ کافی ہے۔"

---

قرآن کریم میں تین مقامات پر اظہار دین کا اعلان معمولی سے لفظی اختلاف کے ساتھ کیا گیا ہے، پہلی آیت یہی سورۃ الفتح کی ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ دوسری آیت سورۃ التوبہ میں ہے، تیسری آیت سورۃ الصف میں ہے۔

صلح حدیبیہ سے جو بظاہر مسلمانوں کے حق میں ایک مغلوبانہ صلح نظر آتی ہے صحابہ کرامؓ کے دل بڑے غمگین تھے یہ سورۃ صحابہ کے مجروح دلوں کے لئے مرہم ثابت ہوئی۔ اس ساری سورۃ میں عجیب عجیب طریقہ سے صحابہ کرامؓ کی دلداری کی گئی ہے، کہیں ان کے فضائل بیان فرمائے، کہیں انہیں فتح عظیم کی خوشخبری سنائی، کہیں فتوحات کے وعدے کئے گئے اور کہیں انہیں یقین دلایا گیا کہ تمہارے دین کو غلبہ حاصل ہو کر رہے گا، تمہارے اور تمہارے دین کے دشمنوں کو تمہارے ہاتھوں ذلیل کیا جائے گا اور کہیں انھیں اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دیا گیا۔

قرآن حکیم میں بعثت رسول ؐ کے دو اہم مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل یہ کہ دین حق کو تمام ادیانِ عالم پر غالب کیا جائے، دوم یہ کہ اخوت اسلامی پیدا کر کے اقوام عالم سے انتشار، افتراق اور فتنہ و فساد کو ختم کیا جائے مگر ان دونوں میں بھی پہلا امر مقصد ہے اور دوسرا امر اس مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہے لہذا پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا صحابہ کرامؓ میں باہمی اتحاد اور اخوت کا جذبہ پیدا کر لیا تھا؟ پھر یہ دیکھنا ہے کہ اس جذبہ کے ذریعہ کیا حضور اکرمؐ کے صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں دین کو غلبہ حاصل ہوا اور یہ مقصد پورا ہوا۔

اس آیت کریمہ کا حقیقی معنی سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ غلبہ سے مراد کیا ہے؟ اس کی

دو صورتیں ہیں۔ اوّل دلائل و براہین سے غلبہ حاصل کرنا، یعنی دین کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل پیش کئے جائیں کہ دوسرے تمام مذاہب کا بطلان ثابت ہو جائے اور دینِ حق کی حقانیت واضح ہو جائے، یہ غلبہ علم و استدلال کا ہے جو کتابوں اور ذہنوں تک محدود رہتا ہے۔ دوسرا غلبہ وہ ہے جو قوت اور حکومت سے جہاد کے ذریعہ اقوامِ عالم پر حاصل ہو۔ آیاتِ قرآنی میں یہ دونوں قسم کا غلبہ مراد ہے۔ قرآنِ حکیم میں جن قوموں کے حالات بیان کئے گئے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استدلال اور برہان کا غلبہ مادی قوت کے سامنے بظاہر کامیابی نہیں شمار ہوتا۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے جو دلائل اور معجزات پیش کئے ان کے مقابلے میں استدلال کے میدان میں فرعون واقعی ہار گیا مگر اس کے پاس طاقت تھی اقتدار تھا اس لئے غلبہ اسی کا تسلیم کیا جاتا رہا۔ اور حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو ملک چھوڑنا پڑا اسی طرح قریشِ مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں دلائل و براہین کے میدان میں ہار گئے مگر قوت ان کے پاس تھی اور حضور اکرمؐ کو وطن چھوڑنا پڑا۔ مگر یہ وہی مکہ ہے کہ جب حضور اکرمؐ آٹھ برس بعد حاکمانہ قوت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تو سردارانِ قریش کو ہار ماننے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا تھا۔ جس طرح دین کے غلبہ کے لئے مسائلِ دین کا اتحاد اور اتفاق ضروری ہے اسی طرح دلائل سے غلبہ بھی سیف و سفّاح کا محتاج ہے۔ بہرحال ان آیات میں غلبہ سے مراد غلبۂ سیف و سنان ہے جس کی دلیل سورۃ الفتح کا نفسِ مضمون ہے اس میں صحابہ کرامؓ کو کفار کی مغلوبیت اور مغانمِ کثیرہ کی خوشخبری سنائی گئی اور غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے جنگ کر کے کفار کے مغلوب ہو جانے کے بعد حاصل ہو یعنی جہاد کے بغیر غنیمت حاصل کرنا محال ہے۔ خندق کی کھدائی کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کشفی طور پر قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو مسلمانوں کے قبضہ میں آنا مشاہدہ فرمایا۔ ملا باقر مجلسی نے آیت کے شانِ نزول میں یمن ایران، روم اور شام پر مسلمانوں کے فتح کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو کشفی طور پر ان ممالک کے بادشاہوں کے محلات دکھائے پھر لیظہرہٗ علی الدّین کلہٖ نازل فرما کر اس پر وحی کی مہر ثبت کر دی، یعنی اے میرے رسولؐ آپ کے کشف کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام ممالک جو اس وقت دنیا کی مستحکم ترین سلطنتیں ہیں آپ کی امت کے قبضہ میں دے دی جائیں گی۔ اور آپ کے دین کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ حکومتیں دلائل سے مغلوب نہیں ہوتیں بلکہ طاقت اور جہاد سے غلبہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح واُخریٰ لم تقدروا علیھا قد احاط اللّٰہ بھا میں ایران اور روم کی سلطنتیں مسلمانوں کے قبضے میں دینے کا وعدہ فرمایا اور وہ وعدہ جہاد کے ذریعہ پورا ہوا اسی طرح لیظہرہٗ علی الدّین کلہٖ سے ان سلطنتوں میں دینِ حق کے غلبہ کی بشارت سنائی یہ خیال رہے کہ لیظہرہٗ علی الدّین کلہٖ سے فتح مکہ مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ ایک تو مکہ میں کوئی مستقل حکومت ہی

نہیں تھی دوسرا اہلِ مکّہ کا کوئی ایسا دین بھی نہیں تھا جو استدلالی اور مادی قوت کے ذریعے دنیا کے معتدبہ حصے پر چھایا ہوا ہو پھر ملا باقر مجلسی نے بھی وعدۂ غلبہ میں ایران، روم، شام اور یمن کا ذکر کیا ہے لہذا امداد بھی وہی ہوئے اور یہ کہنا بھی بے محل ہے کہ یہ وعدہ امام مہدی کے زمانہ میں پورا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ ان لوگوں سے کیا جو صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شامل تھے۔ امام مہدی نہ اُس زمانہ میں موجود تھے نہ اس کے مخاطب نہ انھوں نے یمن، روم، شام اور ایران کو فتح کیا۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ اللہ تعالےٰ وعدہ کرے حدیبیہ والوں سے اور حکومت اور خزانے دے امام مہدی کو اللہ تعالےٰ کو اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ پس ظاہر ہوا کہ لیظھرہ علی الدین کلہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان حکومتوں پر جو اُس وقت دنیا کی مستحکم ترین حکومتیں تھیں اور ان دینوں پر جو اس وقت اقوام عالم کے ذہنوں پر مسلّط تھے۔ دینِ حق کو غالب کرنے کا وعدہ فرمایا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دینِ حق کا ایسا دوگونہ غلبہ یعنی استدلال اور اقتدار دونوں کا غلبہ مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اقوامِ عالم پر حاصل نہیں ہوا تھا، لہذا جس دور میں یہ وعدہ پورا ہوا اور دوگونہ غلبہ حاصل ہوا وہ اس آیت کا مصداق ٹھہرا۔ اور اُس دور کی حکومت قرآنِ حکیم کی موعودہ حکومت ٹھہری اور اُس دور کے حکمران کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ٹھہرا اور اس جانشینِ رسولؐ کے ہاتھوں اس پیشگوئی کا پورا ہونا بعینہٖ ایسا ہے جیسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں یہ وعدہ پورا ہوا۔ اور اس تاریخی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دین کو ایسا غلبہ خلفائے ثلاثہ بالخصوص فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں حاصل ہوا۔ اظہارِ دین کا خلاصہ یہ ہوا کہ :۔

۱۔ جو دین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے آپ نے اس کی دعوت عام کر دی اور پورے کا پورا دین ظاہر کر دیا۔ لہذا جو دین رسولِ کریمؐ نے پیش نہیں فرمایا وہ نہ دینِ حق ہے اور نہ دینِ رسولؐ ہے، نیز جو دین اس وقت ظاہر نہ ہوا مستور رہا وہ بھی دینِ رسولؐ نہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ رسولِ کریمؐ نے تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا۔

۲۔ علمائے شیعہ کو اس حقیقت کا اقرار ہے کہ آیت اظہارِ دین سے مراد فتوحات ایران اور روم ہیں۔ کہ دین اسلام ان حکومتوں پر غالب آئے گا اور یہ حکومتیں اور ان کے مذہب سب دینِ حق سے مغلوب ہو جائینگے

۳۔ یہ حکومتیں اور ان کے خزانے رسول اکرمؐ کے بعد آپؐ کے پیرو مسلمانوں کے ہاتھ آئیں گے۔ جیسا کہ

علامہ باذل نے حملہ حیدری میں بیان کیا ہے۔

بہ پاسخ چناں گفت خیر البشرؐ — کہ چوں جست برق نخست از حجر
نمودند ایوان کسریٰ بمن — دوم قیصر روم سوم از یمن
سبب را چنیں گفت رُوح الامین — کہ بعد از من اعوان و انصار دین
بر آں مملکتہا مسلط شوند! — بہ آئین من اہل آں بگروند

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح فرما دیا کہ اظہار دین یعنی غلبۂ دین کی پیش گوئی میرے اعوان و انصار کے ہاتھوں پوری ہوگی اور انہی کے ہاتھوں میرے دین کا غلبہ ان ممالک میں ہوگا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعوان و انصار اور سچے جان نثاروں کے ہاتھوں اللہ تعالے اُنے یہ پیش گوئی پوری کر دکھائی۔

فجزاھم اللہ عنا احسن الجزاء

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدند
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

# ضروری اطلاع

آپ کے ہاتھ میں یہ اس سال کا دوسرا شمارہ ہے۔ اگر آپ نے نئے سال کا چندہ مبلغ ۵/۴ روپے ابھی تک ارسال نہیں فرمایا تو براہِ کرم آج ہی ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ بذریعہ وی، پی ارسال کیا جائے گا۔

اور آپکو تین روپے زائد ادا کرنے پڑیں گے۔ خدانخواستہ اگر آپ نے المرشدؔ کی خریداری کا ارادہ ترک کر دیا ہو تو اس صورت میں بھی آج ہی اطلاع دیجئے تاکہ ہم آپ کے لئے ذہنی کوفت کا سبب نہ بنیں۔

مدیر

# چراغ مصطفویؐ

پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے

۱۔ عن ابی درداءؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اُخبرکم بافضلَ من درجة الصیام والصلوٰة والصدقة؟ قالوا بلیٰ قال اصلاح ذات البین فان فسادَ ذاتِ البین ھی الحالقة (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت ابودرداءؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلعم نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسے عمل سے آگاہ نہ کروں جو روزہ، نماز اور صدقہ سے بھی بلند درجے کا ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا حضور! ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا وہ عمل آپس میں صلح کرانا ہے کیونکہ باہمی فساد تو صفایا کر کے رکھ دیتا ہے (یعنی فسادی کے دین اور معاشرے کے امن کا)

قدرتی بات ہے کہ جہاں چند آدمی مل جل کر رہتے ہوں وہاں رائے میں اختلاف ضرور پایا جاتا ہے یہ دائرہ جتنا وسیع ہوگا اختلاف اسی نسبت سے زیادہ ہوں گے کیونکہ ہر شخص کا مزاج مختلف، سوچ الگ، پسند ناپسند کا معیار جدا لہٰذا اختلاف ہونا ناگزیر ہے۔

اس قدرتی عمل کے بعد ردّعمل کے طور پر کئی صورتیں سامنے آتی ہیں۔

اوّل: یہ کہ ہر فرد دوسرے کے لئے اختلاف رائے کا حق استعمال کرے اور دوسروں پر اپنی رائے مسلط کرنے کی کوشش نہ کرے۔

دوم: یہ کہ اس اختلاف کو مخالفت کا رنگ دیدے

سوم: یہ کہ قدرتی اختلاف کو مخالفت کا رنگ دیکر دوسروں کے خلاف منافرت پھیلائے یا دوسروں کی تحقیر کرے اور اس کی تشہیر کرے۔

چہارم: یہ کہ اختلاف کو مخالفت کا رنگ دیکر منظم تحریک چلائی جائے۔

ان میں سے آخری تین صورتیں معاشرے میں فساد پھیلانے کے مختلف درجے ہیں اور ان تینوں صورتوں میں انسان حق شناسی اور حق گوئی کی راہ سے ہٹ جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ایسے انسان کے

گھُن لگ جاتا ہے اور دین سے دُور ہو جاتا ہے دوسرا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرے کا امن اُٹھ جاتا ہے دماغ سازشوں اور سکیموں کا کارخانہ بن کے رہ جاتا ہے جھوٹ افترا بہتان، لگائی بجھائی ساری قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں، خدا بیزار معاشرہ اور خدا شناس سیاسی تحریکوں میں یہ کاروبار تھوک پیمانے پر ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حالات میں ایک صحیح مسلمان کے کردار کی وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر قدرتی اختلاف مصنوعی مخالفت کا رنگ اختیار کرے تو ایک مسلمان کا فرض یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کام کی اہمیت یہاں تک بیان فرمائی کہ لوگوں میں صلح کرانے کا عمل اللہ تعالےٰ کے ہاں اس قدر پسندیدہ ہے کہ اس کا درجہ روزہ نماز اور صدقہ سے بڑھ کر ہے ظاہر ہے کہ نماز اور روزہ انسان کا ذاتی عمل ہے جس کا فائدہ اس کی ذات کو پہنچتا ہے اور صدقہ کا اثر اس کی ذات سے بڑھ کر دوسروں تک بھی پہنچتا ہے البتہ اس کا دائرہ محدود ہوتا ہے۔ مگر دو مخالف آدمیوں یا دو متحارب گروہوں میں صلح کرا دینا ایسا عمل ہے جس کا اثر وسیع بلکہ غیر محدود ہوتا ہے بعض حالات میں تو اس کا اثر کئی نسلوں تک پہنچتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس خوبی، کمال یا نیکی سے دوسرے مستفید ہوں، اسے نسبتاً زیادہ پسندیدہ ہونا چاہیے۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح کے فوائد بیان کرنے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اسے اصلاح کے مقابلے میں فساد کے نقصانات بھی بیان فرما دئے، مشہور مقولہ ہے کہ "چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں" لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح کی ضد فساد کی ہلاکت آفرینی کا ذکر بھی فرما دیا اور اس کا اسلوب بھی ایسا اختیار فرمایا کہ فساد کی تباہی کا منظر اپنی پوری فتنہ سامانیوں کے ساتھ سامنے آ جاتا ہے بشروع اس لفظ سے فرمایا کہ اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں بلکہ یہ یقینی بات ہے پھر فساد کی تباہی کے لئے لفظ حالقۃ استعمال فرمایا اور ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کی تشریح بھی فرمائی کہ بالوں کا صفایا کرنا نہیں بلکہ دین کا صفایا کرنا ہے یعنی فساد برپا کرنا اور معاشرہ کے امن کو تہ و بالا کرنا گویا دین سے دستبردار ہونا ہے، ظاہر ہے کہ دین نام ہی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا ہے۔ جب انسان نے اللہ اور رسول کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تو دین کہاں رہا حضور اکرم ؐ نے فساد کا یہ اثر فساد پھیلانے والے کی ذات کے حوالے سے بیان فرمایا۔ مگر جب اس کے دور رس نتائج پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے معاشرے بلکہ پورے ملک کا امن غارت ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں وہ نگاہ دے جو محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان سکے۔ آمین۔

۲- قالؐ من ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیامۃ :

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا"

انسان خطا کا پتلا ہے اس سے غلطی ہو جاتی ہے ، ٹھوکر کھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر بیٹھتا ہے اس کا اثر دو طرح ہوتا ہے ایک گناہ کرنے والے پر دوسرا اس کو دیکھنے والے پر - گناہ کرنے والے انسان کا ضمیر اگر زندہ ہو تو اسے اپنے گناہ پر ندامت ہوتی ہے اور اسے اپنے آپ سے شرم محسوس ہونے لگتی ہے - اگر ضمیر سو گیا ہو تو اسے گناہ کا احساس نہیں ہوتا اور اگر اس کا ضمیر مر چکا ہے تو وہ گناہ پر اترانے لگتا ہے اور مزید گناہ کرنے پر دلیر ہی نہیں ہوتا بلکہ مستقل طور پر جرائم پیشہ بن کے رہ جاتا ہے -

اسی طرح دیکھنے والے کا ضمیر زندہ ہو تو اسے دو طرح کا دکھ ہوتا ہے - ایک یہ کہ ایک مسلمان بھائی اپنی آخرت بگاڑ رہا ہے دوم یہ کہ ہر حال میں اس کا محتاج انسان اپنے خالق کو ناراض کر رہا ہے اور اگر اس کا ضمیر سو رہا ہو تو دیکھنے والا اس گناہ کے منظر میں سرور اور لذت محسوس کرتا ہے اور اگر ضمیر کے نام کی چیز مر چکی ہو تو وہ اس گناہ میں آگے بڑھ کے اس کا ساتھ دیتا ہے اور اسے تقویت پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے -

گناہ اور برائی کے اس عمل اور اس کے اثرات کو کم سے کم کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلقین فرمائی کہ مسلمان کے گناہ کی پردہ پوشی کرو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس گناہ کا اثر کرنے والے اور دیکھنے والے کی ذات تک محدود رہے گا - پھر اس کا اثر یہ ہوگا کہ ایک طرف تو گناہ کرنے والا شاید شرم محسوس کرنے لگے دوسری طرف یہ ہوگا کہ پردہ پوشی کرنے والے کے ذہن میں لازماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہوگا اس لئے اس کے دل سے گناہ کرنے والے کی اصلاح کے لئے دعا نکلے گی

اس کے برعکس اگر گناہ دیکھا اس کی تشہیر کی پروپیگنڈہ کیا تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ گناہ کرنے والے کے سامنے سے شرم کا حجاب اٹھ جائے گا - اور اسے محسوس ہونے لگے گا کہ بدنام تو ہوئے کیوں نہ کھیل کھیلیں - اس طرح ممکن ہے کہ اتفاقاً غلطی کرنے والا انسان مستقل طور پر جرائم پیشہ بن جائے اور اس کا ماٹو ہی یہ بن جائے کہ بقول

" خدا سے جب نہیں چوری تو پھر بندے سے کیا چوری "

اور گناہ کا کاروبار علانیہ اور فخریہ طور پر ہونے لگے - اور یہ بات دیکھنے میں آئی ہے اور مشاہدہ اس کی تصدیق کرتا ہے یہ مستند چور اچکے اور غنڈے کیا پہلی غلطی پر اور پہلے گناہ پر ہی برائی کی ان بلندیوں پر پہنچ گئے نہیں بلکہ ان کے گناہ کی تشہیر نے ان کے حوصلے بڑھائے اور انہوں نے اس گناہ کی روش کو ہی کمال کی علامت سمجھ لیا -

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ پوشی کا صلہ

اور اجر بھی بیان فرما دیا کہ ایسے شخص کو یہ انعام ملے گا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا خصوصی انداز یہ ہے کہ ہر عمل کے اثر کو قیامت اور آخرت کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔ یہاں بھی وہی انداز اختیار فرمایا ہے اس کی وجہ غالباً یہ ہوتی ہے کہ حضور اکرمؐ کا منشا یہ ہوتا ہے کہ مسلمان کسی حالت میں بھی آخرت سے غافل نہ ہو بلکہ ہر کام میں اس کے پیش نظر یہ ہو کہ اس کام کے کرنے سے میری آخرت بگڑے گی یا سنور جائے گی۔

قیامت میں پردہ پوشی کی عظمت کا اندازہ کرنے کے لئے چشم تصور کے سامنے یہ منظر لائیے کہ میدانِ حشر میں کوئی ایک دو شہر یا ایک دو ملک کے انسان جمع نہیں ہوں گے بلکہ دنیا میں آنے والے پہلے انسان سے لے کر دنیا سے جانے والے آخری انسان تک ہر آدمی وہاں موجود ہوگا اگر وہاں پردہ پوشی نہ کی گئی تو اوّل سے آخر تک ہر انسان تک اس بدنامی کا دائرہ پھیل جائے گا اور وہاں اس بات کا کوئی موقع نہ ہوگا کہ انسان اس شہرت سے فائدہ اٹھا کر برائی میں آگے ہی بڑھتا چلا جائے بلکہ وہاں تو اس عالمگیر رُسوائی کے ساتھ ہی سزا کا سلسلہ شروع ہو جائے گا

اس لئے قیامت میں اللہ تعالیٰ جس کی پردہ پوشی کرے گا اس کو تو بہت بڑی رسوائی سے اس نے بچا لیا۔ یہ بہت بڑا صلہ اور بڑی گراں قدر اُجرت ہے۔

کسی کے عیب کی تشہیر کرنا بالکل ایسا ہے جیسے غلاظت کے ڈھیر کو کرید کر الٹ پلٹ کر کے غلاظت کو ادھر اُدھر پھیلا دیا جائے، تعفن پھیلنے کے علاوہ اس سے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ آدمی اگر اسے نہ چھیڑے تو اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ غلاظت ایک جگہ دبی رہے گی البتہ یہ بات پردہ پوشی کے خلاف نہیں کہ آدمی غلاظت کا ڈھیر دیکھ کر بلدیہ کے ذمہ دار ارکان کو اطلاع دے تاکہ وہ ڈھیر اُٹھوا دیا جائے اور ماحول گندہ نہ ہونے پائے۔

اسی طرح یہ بات پردہ پوشی کے خلاف نہیں کہ کسی مسلمان میں کوئی عیب دیکھے تو ایسے شخص کو اس کی اطلاع دے دے جو اس کی اصلاح کر سکے۔ بلکہ یہ تو مسلمان بھائی کی خیر خواہی کا عین تقاضا ہے مگر یہاں تو حال ہی یہ ہے کہ لوگ "چی چی کا کاں" بنانا مقصد حیات سمجھتے ہیں۔

کہاں سے بڑھ کے پہنچا ہے کہاں تک علم و فن ساقی
مگر آسودہ انسان کا نہ تن ساقی نہ من ساقی

**"المرشد" کا مطالعہ آپ کو دینی روحانی معلومات فراہم کرتا ہے**

# مجالسِ علم و عرفان

از
شیخ محمد حبیب الرحمٰن
ایس، پی (ریٹائرڈ)
لاہور

اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ استاد مکرم مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس اکثر مجالس علم ہوا کرتی تھیں، آپ ساتھیوں سے نہایت خوش اخلاقی اور مشفقانہ انداز سے سلیس اور سادہ زبان میں اور بڑی روانی کے ساتھ گفتگو فرمایا کرتے تھے، آپ کی گفتگو کیا ہوتی گویا علم و عرفان کے موتی بکھرتے تھے، آپ باتوں باتوں میں مشکل سے مشکل مسائل کو بھی اس موثر اور دلآویز طریقے سے سمجھایا کرتے کہ ادنیٰ علم رکھنے والے ساتھی کے دل میں بھی بات بآسانی اتر جاتی۔ آپ عجیب عجیب واقعات بیان فرماتے اور اپنی بات کی تائید میں مستند تصانیف کے حوالہ جات اس کثرت سے بیان فرماتے جس سے آپ کے متبحر علمی، وسیع مطالعے اور فہم و فراست کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

ایک دن ایک مجلس میں اولیاء اللہ کا ذکر چھڑ گیا تو ارشاد فرمایا کہ ایسا کون شخص ہے جو یہ خواہش نہ رکھتا ہو کہ میں ولی اللہ بن جاؤں تڑپ تو ہر بندہ کے دل میں ہے لیکن میرے رب نے برتن ہی ایسے بنائے ہیں کہ جسے پایا اُسے دیدیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے صحابہ کرامؓ کی مثال دی کہ تمام صحابہ کرامؓ کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی یکساں طور پر صحبت حاصل تھی لیکن سارے ابوبکر صدیقؓ، نہ نہیں بنے، نہ سب عمر فاروقؓ یا عثمان غنیؓ یا علی المرتضیٰؓ بنے، نہ سارے عشرہ مبشرہ بنے نہ سارے بدری صحابہؓ بنے اور سارے بیعت رضوان والے بھی نہیں بنے، یہ میرے رب کی مرضی۔

تعلیم سب کی یکساں اس میں کوئی فرق نہیں، محبت کا حال یہ کہ ہر آدمی کے ساتھ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھتا وہ یہ سمجھتا کہ حضورؐ کو میرے ساتھ جو تعلق ہے وہ کسی اور کے ساتھ ہے ہی نہیں، شفقت یہ ہوتی ہے اچھا دسارے ساتھ کرتے تھے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع آجاتا تو اس میں کوئی بھی کمی نہ کرتا لیکن درجات تو جس طرح اللہ نے چاہا دیئے، کسی کو کچھ

دیدیا اور کسی کو کچھ اُمت محمدیہ کی تعلیم ایک ہی ہے ایک ہی استاد ہے ایک ہی معلّم ہے۔ لفظ ایک ہی منہ سے نکلے لیکن ایک ہی لفظ سے کوئی گورنر دوزیر ہوا۔ کوئی فوجی جرنیل، صوفی، قاری ہوئے کوئی حافظ، عالم، مدرس مبلغ اور عادل بادشاہ بھی ہوئے یہ اس کی مرضی ہے کسی کو کچھ دیتا ہے اور کسی کو کچھ۔ سارے کمالات صرف ایک ہستی کو ملے یعنی آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ زمین ایک ہی ہوتی ہے لیکن پتھر پر کوئی چیز نہیں اُگتی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو خدا نے مٹکا دیا ہی نہیں تو گھڑا لئے کھڑا ہے تو مٹکا تجھے کون بھر دے گا؟ کسی میں وسعت قلبی، وسعت سینہ ہوتی ہے اور کسی میں اندھیرا ہمارے ساتھ سینکڑوں نہیں ہزاروں طالب علم پڑھ کر نکلے۔ آخر کیا ہوا پندرہ بیس آگے نکلے اور ان میں بھی کام کے آدمی دو چار ہی نکلے، جب علم دنیوی کی یہ حالت ہے تو یہ تصوف تو باطنی معاملات ہیں۔

اولیاء اللہ کے تجارت کرنے کا مسئلہ کا ذکر آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے کاروبار چھڑوایا نہیں نیز فرمایا کہ اولاد مال، بیوی بچوں اور زمین جائداد وغیرہ کے ساتھ تعلق شفقت کا ہونا چاہیئے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائیں لیکن عبادت کا تعلق رب کے ساتھ ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے "وہ ایسے (کامل ایمان والے) ہیں کہ ان کو اللہ کے ذکر سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے (اور) نہ فروخت" (سورۃ نور) ارشاد فرمایا کہ قطب وغوث تو کیا نبی تجارت کرتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق میں نے ایک رسالہ لکھ دیا ہے کہ فلاں نبی نے یہ کام کیا اور فلاں نے یہ کیا۔ آخر ہر شخص کی معاش کا کوئی ذریعہ بھی ہونا چاہیئے۔ حساب دینا ہوگا۔ قطب غوث انبیاء سے بلند درجہ پر نہیں اولیاء اللہ کو تجارت کی مشغولیت ذکر اللہ سے نہیں روکتی اس لئے سارے ساتھی اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہیں ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اس میں پیسے کے بغیر ایمان نہیں بچ سکتا۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑی ہستی تھے، ہارون الرشید ان کے ساتھ پڑھتا رہا جس دن ہارون الرشید تخت نشین ہوا۔ سب لوگ ملنے گئے۔ یہ نہیں گئے۔ آخر ہارون الرشید نے خط لکھا کہ تو میرا دوست ہے تو نہیں آیا۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے لکڑی کے ساتھ یہ خط کھولا۔ فرماتے تھے کہ یہ ظالم کا خط ہے اور جواب میں یہ کچھ لکھا کہ تیری بڑی مہربانی اگر آئندہ تو مجھے خط نہ لکھے ان کے اقوال زریں میں ہے کہ مولویو! اگر تمہارے پاس پیسے نہیں تو تجارت کرو ورنہ امراء میرا تمہارا رومال بنا کر منہ پونچھیں گے۔ اگر میرے پاس پیسے نہ ہوتے تو یہ خلفائے عباسیہ میرا تو رومال بنا ڈالتے۔

پھر سعیدؒ ابن مسیب کی وفات کا ذکر فرمایا کہ اس نے

وفات کے وقت مال نکال کر رکھا اور کہنے لگے کہ اللہ تو جانتا ہے کہ مجھے اس مال سے محبت نہیں، مجھے دین کے ساتھ محبت ہے اس مال کے بغیر میرا دین بچنا نہیں تھا اس زیتون کی تجارت کرتے تھے اس واسطے اعلیٰ حضرت استاد المکرم نے فرمایا کہ ساتھی کاروبار کریں لیکن اسے مقصود بالذات نہ سمجھیں، مجھے بھی کاروبار بڑا پسند ہے لیکن مجھے وقت نہیں ملتا میں یہ مطالعہ اس لئے کرتا ہوں اور سبق اس لئے پڑھاتا ہوں کہ دین کا کوئی کام ہو۔ کوئی ان کی اصلاح ہو جائے۔ اگر ان لوگوں کی اصلاح ہوئی تو دین کی اصلاح ہو گی پرانے زمانہ کے صوفی سال سال بھر پوچھتے ہی نہ تھے کہ کہاں سے آیا اور کیوں آیا۔ فرماتے تخلیہ تخلیہ، اگر میل جول ختم ہو گیا تو جماعت کو نقصان پہنچے گا۔ فائدہ اس میں ہوتا ہے کہ آپ ملتے۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث مبارکہ کا ذکر فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مومن بڑی شان والا ہے جو لوگوں کے درمیان رہے اور ان کی ایذا پر صبر کرے اسی سلسلہ میں ایک مشکواۃ شریف کی حدیث مبارکہ کا بھی ذکر فرمایا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت میں ہے کہ بری مجلس سے تنہا رہنا بہتر ہے۔ اگر کوئی نیک مجلس مل جائے تو پھر تنہائی میں نہ بیٹھو پھر اس کے ساتھ مل کر بیٹھو۔

پھر فرمایا کہ مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ دوست اسے بنائیں اور اس کے نزدیک جائیں جو اچھے کاموں میں مددگار ہو اور جس سے اچھائی کے کوچہ میں نیک نامی ہو۔ اور اگر ایسا دوست مل جائے تو اس کی جوتیوں کی خاک بن کر اس کی جوتیوں کا تسمہ بن جاؤ۔

پھر صحبت نیکاں کے سلسلے میں حضرت سعدیؒ کا یہ شعر پڑھا ؎

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

نیز ارشاد فرمایا کہ لوگ بیت اللہ کے غلاف کو چومتے ہیں، بوسہ دیتے ہیں اور چہرہ پر لگاتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ غلاف کا تعلق کعبۃ اللہ کے ساتھ ہے، اس پر لٹکا ہوا ہے یہ صحبت کا اثر ہے بری صحبت برائی کی طرف بلاتی ہے اس سے بچنا چاہیئے

مشاہدات کے سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ جس قدر بھی کرامات ہیں یا خرق عادات ہیں یہ عمل صالح کا ثمرہ اور پھل ہوتے ہیں، صوفی صالح بھی ہو، ساتھ مجاہدہ اور ریاضت بھی ہو، صوفیوں میں سب سے بہتر وہ ہے جسے کچھ نظر نہ آئے، دنیا میں محنت کی مزدوری مل گئی، ثمرہ مل گیا تو میدان قیامت کے لئے کچھ باقی نہ رہا اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے جس شخص سے کوئی چیز صادر نہیں ہوئی اس کی ساری کی ساری مزدوری خواہ بنک میں جمع کرا دے یا خزانہ میں جمع کرا دے یا مالک پاس جمع رہنے دے ضرورت کے وقت استعمال ہو سکتی ہے

صوفیائے کرام میں سے ایسا کوئی نہیں ملتا جس سے کرامات کا صدور ہوا ہو اور موت کے وقت وہ رویا نہ ہو زار وقطار روتے تھے کہ ثمرات دنیا ہی میں مل گئے آخرت کے لئے کچھ باقی نہ رہا۔ جن کے اعمال محفوظ رہ گئے ان کا ثمرہ قیامت والے دن ان کو مل جائے گا حقیقت یہ ہے کہ تصوف رضائے الٰہی کا نام ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں بچے جو ہوتے ہیں ان کی تربیت کے لئے مشاہدات ہوتے ہیں سکھایا جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ مقام رضا حاصل کرے لیکن یہ بہت مشکل ہے۔ ہزاروں صوفیوں نے بڑے بڑے مجاہدے کئے لیکن یہ حاصل نہ کر سکے۔ اس لئے آپ لوگ یہ سوچ لیں کہ سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ان کو درجۂ احسان کا حاصل ہو جائے فرائض کی پابندی پوری طرح کریں سُنن ہدیٰ کے متبع ہوں۔ اس کے بعد اگر لطائف و مراقبات ثلاثہ اس کو حاصل ہو گئے تو یقیناً اس کو احسان کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ اسی پر خاتمہ کر دیں۔ ہاں البتہ جس آدمی کو یہ چیز آسانی سے مل جاتی ہے اسے اس چیز کی قدر نہیں ہوتی صوفیوں میں جو فنا فی الرسول تک ہیں اس میں دو طرح کے صوفی ہیں، ایک وہ ہیں جنہیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاتی ہے اور دوسرے وہ جنہیں زیارت نہیں ہوتی۔ جس طرح نبی کریمؐ نے اگر دیکھ لیا تو وہ صحابی ہو گیا اور جس نے حضورؐ کی زیارت کر لی وہ بھی صحابی ہے اسی طرح جسے فنا فی الرسولؐ میں زیارت نہیں ہوئی لیکن حضورؐ نے تو اُسے دیکھ لیا۔ اگر اتنی قوت ہو گئی کہ دربارِ نبویؐ میں چلا جاتا ہے تو حضورؐ نے تو اُسے دیکھ لیا۔ اس لئے فنا فی الرسول کے مرتبے میں دونوں طرح کے صوفی برابر ہیں۔

(جاری ہے)

## اطمینانِ قلب یعنی سکون کی زندگی

اللہ کے ذکر کرنے سے میسّر ہوتی ہے اور اللہ کا ذکر اسم ذات اللہ، اللہ، اللہ ہے

# صوفیا کی خدماتِ دین

(۳) از سید علی شاہ:

اس مضمون کی پہلی قسط "المرشد" ماہ میں شائع ہو چکی ہے جس میں تاتاریوں کو کلمۂ اسلام پڑھوانے کے واقعات کا بیان تھا۔ اب اسی سلسلے کی یہ دوسری قسط ہے (سید علی شاہ)

میں نے ایک مثال ساتویں صدی ہجری (تیرہویں صدی عیسوی) کی دی تھی جس کا آغاز ایسے مہیب اور ایسے ہولناک حالات سے ہوا تھا جس سے مسلمانوں کے دل دہل گئے تھے اور خدانخواستہ اگر ان میں عقیدہ کی طاقت نہ ہوتی۔ تو اگر ایمانی ارتداد نہیں تو تہذیبی اور ذہنی ارتداد تو ضرور آجاتا۔ اس وقت نہ تہذیبی ارتداد آیا نہ ذہنی ارتداد اور ایمانی ارتداد کا کوئی ذکر ہی نہیں۔

دوسری مثال میں دسویں صدی ہجری (سولہویں صدی عیسوی) کی دوں گا۔ میں اس موقع پر عالم اسلام کی وسعتوں میں نہیں جاؤں گا، ہندوستان کا تذکرہ کرتا ہوں، دسویں صدی ہجری کا وسط اس حالت میں آیا کہ ہندوستان، اسلام کی قیادت و راہنمائی بلکہ اسلام کی برکات ہی سے محروم ہونے کے خطرہ سے دوچار ہو گیا تھا۔ بظاہر نظر آرہا تھا کہ چند دنوں کا معاملہ ہے، تفصیلات میں جانے کا وقت نہیں۔

اس وقت عالم اسلام میں دو سب سے بڑی سلطنتیں تھیں ایک عثمانیوں کی سلطنت ایشیائے کوچک اور مشرق وسطیٰ میں دوسری مغلوں کی سلطنت اس تحتی براعظم میں اس کے بعد اگر نمبر تھا تو ایران کی صفوی سلطنت کا یہاں ہندوستان میں واقعہ پیش آتا ہے کہ ایک قوی الارادہ صاحب عزم، ذہین فاتح اور کشور کشا سلطانِ وقت کے ساتھ اس کی نسل کے چند ذہین ترین علماء اور دانشور (جن میں ابوالفضل اور فیضی کا نام سب سے نمایاں ہے)۔ ایک تحریک میں شامل ہو گئے جس کا مقصد ہندوستان کا رُخ اسلام سے ہٹا کر اکبر کے "دینِ الٰہی" اور اس

وحدت ادیان کی طرف موڑنا تھا جس میں پلڑا ہمیشہ دوسری طرف جھکا ہوا ہوتا تھا۔

یہ مادی طاقت اور ذہانت دونوں کا خطرناک سنگم تھا۔ یا اسلام کے خلاف مطلق العنانی اور بے قید اور آزاد عقلیت کی سازش تھی جس کی مثالیں تاریخ میں کم ملتی ہیں اس وقت اس بات کو برملا کہا جانے لگا تھا کہ دسویں صدی ختم ہو رہی ہے گیارہویں صدی شروع ہونے والی ہے کسی دین کے لئے ایک ہزار سال کی مدت بہت ہوتی ہے۔ ایران و ہندوستان کے بہت سے فاضلوں نے جن کو خوفِ خدا اور دین کا گہرا علم نہیں تھا۔ اور جاہ و اقتدار اور منصب و عہدہ کی ہوس تھی اس کے لئے مواد فراہم کر دیا کہ فلاں مذہب کا ستارہ اقبال اتنے دنوں تک بلند رہا ایک ہزار سال کے بعد دوسرا مذہب آیا اور دوسری فکری رہنمائی اور قیادت میدان میں آئی اب دین عربی کی عمر پوری ہو گئی ہے اور نئے دین و آئین کی ضرورت ہے، اکثر ایسے فتنے ان فلسفوں سے پیدا ہوتے ہیں جو مذہب اور اخلاق کی راہنمائی سے آزاد ہوتے ہیں۔

اس خطرہ کا ذرا اندازہ کیجئے۔ اس تحریک کا علمبردار اور رہنما (LEADER) وہ شخص تھا جس کی تلوار کی دھاک سارے ہندوستان میں بیٹھی ہوئی تھی جس نے ہر ناقابل تسخیر مہم کو سر کیا تھا۔ اور جو شکست اور ناکامی کو جانتا نہیں تھا جس میں جوانی کا خون تھا۔ اور اپنے جدِ اعلیٰ تیمور کی حوصلہ مندی اور بابر کی مشکل پسندی تھی ایک طرف وہ شہنشاہ ہے اور دوسری طرف وہ ذہین ترین انسان ہیں جن کی آج بھی آپ تحریریں پڑھیں تو ان کی ذہانت کا لوہا مان جائیں گے۔

پھر کیا ہوا! دسویں صدی کا آخر یہ خبر لے کر آیا کہ اسلام کے قدم اس ملک سے اکھڑ رہے ہیں اب ہندوستان میں سیاسی اقتدار ہی نہیں، دینی اور روحانی اقتدار بھی دوسری طاقتوں اور فلسفوں کی طرف منتقل ہو رہا ہے یہ انقلاب ان فاتحین کی کوششوں پر پانی پھیر رہا تھا۔ جنہوں نے کئی صدیوں قبل اپنی جان کی بازی لگا کر اس ملک کو فتح کیا تھا۔ اور دوسری طرف حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور ان کے پاک نہاد خلفاء کی کوششوں پر جنہوں نے اپنے اپنے گوشوں میں بیٹھ کر سعید روحوں کو انسانیت اور محبت، مساوات انسانی اور عدلِ اجتماعی (SOCIAL JUSTICE) کا درس دیا تھا، باہر رہ کر حکومت وقت کی دینی و اخلاقی نگرانی کی تھی اور حکومت و معاشرہ کو صالح، قوی اور امانت دار، خدا ترس، انسانیت دوست، افراد مہیا کئے تھے اور ملک کی علمی و تعلیمی تحریک میں نئی روح پھونک دی تھی۔

پھر کیا ہوا؟ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ کسی سیاسی افق سے نہیں، کسی مادی افق سے نہیں۔ صرف اسی ایمان و روحانیت کے گوشہ سے، اسی اخلاص وللہیت کے

گوشے سے اسی علم وحکمت کے گوشے سے، اسی اللہ والے اور اہلِ دل کے گوشے سے جو ہمیشہ اپنا کام کرتا ہا ہے اور جس نے گرتوں کو سنبھالا ہے۔ ایک ستارہ طلوع ہوتا ہے جس کا نام شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانیؒ ہے جس کے متعلق اقبالؒ نے کہا ہے ؎

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمئ احرار

اسلام کے خلاف اس سازش کا مقابلہ کرنے کے لئے جس میں اس وقت کے ذہین ترین انسان شامل تھے اللہ کا ایک بندہ ایک فقیر بے نوا، ایک کملی پوش، ایک اہلِ دل، ایک اللہ والا سرہند کے ایک گوشے میں بیٹھ کر یہ عزم کرتا ہے کہ نہیں! یہ نہیں ہونا ہے۔

پھر کیا ہوا؟ کیا نتیجہ نکلا؟ گیارہویں صدی جب شروع ہوئی تو دنیا نے دیکھا کہ رنگ بالکل بدل گیا ہے اس کے بعد سے دو تین صدیوں تک کے لئے اسلام کا مستقبل اس ملک میں بالکل محفوظ کر دیا گیا۔ اس اللہ کے بندے نے کیا حکمتِ عملی (STRATEGY) اختیار کی؟ کوئی شور نہیں۔ کوئی جلسے جلوس نہیں، کوئی ہنگامہ نہیں۔ اکبر کے خلاف کسی طاقت کو منظم کرنے کی کوشش نہیں۔ وہی انفرادی کوشش اور خاموشی سے اللہ سے دعائیں، سعید روحوں کے دلوں کو خط وکتابت سے چھوا۔ اور ان کے اندر اعتقاد اور یقین پیدا کر دیا۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مجددؒ کی ان کوششوں کو شرفِ قبولیت بخشا اور انھوں نے اس بے دینی اور الحاد کے طوفان بلاخیز اور سیلاب تند وتیز کے سامنے وہ بند باندھا جس نے ہمیشہ کے لئے اس فتنہ کا سر کچل کر رکھ دیا۔

یہ سہرا پھر ایک دفعہ ایک صوفی کے سر ہے کہ جب ہندوستان میں اسلام کا مستقبل بالکل تاریک ہو چلا تھا۔ تو اس درویش خدا آگاہ و خدا مست نے آگے بڑھ کر بالکل اپنی انفرادی کوشش سے اس کا مقابلہ کرنے کا بیڑا اٹھایا اور یہ معرکہ سر کر کے دکھا دیا۔ اللہ کی لاکھ لاکھ رحمتیں نازل ہوں ان اللہ اور رسول کے عاشقوں پر۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را
(آمین)

یاد رکھئے المرشد کا سالانہ
چندہ صرف ۴۵ روپے
ہے
المرشد کا مطالعہ ہر مسلمان کے
ضروری ہے۔ کیونکہ یہ دینی، روحانی اور علم
تصوف کا واحد مجلہ ہے۔

# من الظلمات الی النور

از ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ امان شاہ

۱۔ یا اللہ! مجھے بھی حضرت امام حسینؑ جیسی شہادت عطا فرما!

۲۔ یا اللہ! . . . . . . .

۳۔ یا اللہ! مجھے ایسا استاد، پیر (رہبر) ملا دے جو خود میرے پاس پہنچے کیونکہ میں پہچان نہیں سکتا۔

آمین! آنکھوں سے رواں پانی کو خشک کیا اور اندھیری رات تقریباً ایک بجے گھر کی جانب چل پڑا۔ یہ سنہ ۱۹۶۲/۶۳ء کی بات ہے جبکہ محرم الحرام کی مخصوص راتوں میں مختلف مساجد میں تقاریر کا سلسلہ ہوتا ہے۔ ایک شب میرے دل نے بھی سوچا چلو آج کی محفل میں کچھ وقت لگا لو مگر شاید یہی وہ رات کی خاص گھڑیاں تھیں جس میں نہ جانے کس اللہ کے نیک بندے کی آمین کے ساتھ ہماری آمین بھی ٹکرا گئی اور ایک آدمی کو انسان بنا گئی ایک آزاد کو غلامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا گئی ایک بے نمازی کو اللہ کے گھر سے آشنائی پیدا کر گئی تو خود کو متقی پارسا، بخشا ہوا اور سیّد ذات ہونے کے ناطے پر عمل سے گناہ بندے کو احساسِ زیاں دیا گیا۔

زندگی وقت کے دھارے پر گزرتی چلی گئی تھوڑی دیہات کی کیفیات کا اثر باقی رہا مگر حبیب دوستوں کی محفل پہنچا تو طاؤس و رباب نے سب کچھ بھلا دیا بانسری کی لَے نے وہ آنسو بھی بھلا دیئے جو رات بہائے گئے تھے۔ قرآنِ کریم جو بچپن میں ختم کیا تھا بس اسی کو ختم سمجھ بیٹھا تھا کہ شاید دوبارہ تو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوئی، بس پڑھنا آنا چاہیئے اور بس نماز کے لئے تو ایک سیّد ہونے کا سرٹیفکیٹ تھا اور دوسرے کپڑے ہمیشہ گندے ہوتے تھے حتی کہ بڑے عزیزوں کے جسم اپنے کاندھے پر اُٹھائے مگر ان کی میت کو قبر میں اُتارنے کی انتظار میں دُور ایک طرف ہو کر بیٹھ رہے چونکہ نمازِ جنازہ تو صرف بڑے بوڑھوں کی ہی ذمہ داری ہوتی ہے کالج کی رنگا رنگ مجالس میں بڑھ کر حصہ لینا اپنا حق سمجھتے تھے۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا اپنی دنیاوی تعلیم میں بھی فیل ہو گئے بہن بھائیوں کے لئے سہارا بننے کی بجائے بوجھ بن گئے بہرحال تعلیم جاری رکھنے کی بجائے ملازمت اختیار کر لی اب تو ہر ماہ تنخواہ وصول ہوتی تھی سیّد صاحب اور بھی تن گئے اور اپنے حسن و جمال اور زمانے کے خدوخال ہائے رنگ کو مختلف زاویوں

سے کیمرے کی آنکھ سے دیکھنے لگے گویا بانسری کے ساتھ
ساتھ جب فوٹو گرافی محبوب مشغلہ ہو کر رہ جائے تو
۱۹۶۲/۶۳ء کی دعائیں کہاں یاد رہ سکتی ہیں مزید
براں ہمارے بزرگوں کی طرف سے ہمیں سیدزادہ
ہونے کی سند دینے کے لئے بھی گاہے لگاہے گدی
پر بٹھا دیا جاتا تھا تاکہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ لوگ کیسی ہماری
عزت کرتے ہیں اور نذرانے پیش کرتے ہیں گویا کبھی
ایسا تو ہوا ہی نہیں کہ کسی نے کوئی رقم یا جنس (آٹا
گندم، کپڑا) دیا ہو اور یہ کہہ کر واپس کیا ہو کہ بھائی
سید کو زکوٰۃ صدقہ جائز نہیں اُس وقت تو جھٹکا
بھی جائز ہی لگتا ہے اور بڑی خوشی سے ہڑپ
کر جاتے۔

وقت نے کروٹ بدلی، شاید ان دعاؤں کی قبولیت
تو ہو چکی تھی مگر وقوع پذیری کا وقت شاید قریب
تر ہو رہا تھا، سید کو ۱۹۷۰ء میں افسری بھی مل گئی
اب تو وارے کے نیارے ہو گئے، بن ٹھن کر نکلنا
طاؤس و رباب کی تازگی مزید نکھرنے لگی۔ موت
کا خیال مزید مدہم پڑ چکا، حلال حرام کی تمیز تو پہلے
ہی نہ تھی البتہ اب لوگوں کو دکھلاوے کی جمعہ کی
نماز کبھی کبھی پڑھ لیا کرتے مگر ساز و آواز میں مزید
تازگی آگئی کہ اچانک ایک روز مشرقی پاکستان جانے
کے احکامات موصول ہوئے اور یہ پیر سیدزادہ
وہاں پہنچ گیا۔ جہاں ہر جانب موت اپنا منہ کھولے
دائیں بائیں جھانکتی نظر آنے لگی مگر سید زادہ
ایک گدی نشین تو بخشا بخشایا ہُوا ہوتا ہے اور
سارے گناہوں کا بوجھ جدِ امجد گویا پہلے ہی بخشوا
چکے تھے لہٰذا نماز کا رجحان کا خیال تک نہ آتا تھا
اور وقت کی دوسری کروٹ نے ہندوستان پہنچا
دیا اور خاردار تاروں میں پابند ہو کے رہ گیا جہاں
صرف اور صرف یہی تصور تھا کہ نجانے سے

نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام آجائے

مگر پھر جوانی یہ کہہ کر کہ بابر بہ عیش کوش کہ عالم
دوبارہ نیست! دن سو کر گزارتے اور رات گانے بجانے
کی محفل سجا کر وقت گزارنے لگے کہ ایک روز ایک
خیر خواہ نے بتایا کہ رات کچھ مزید افسر صاحبان
آئے ہیں جن میں ایک میجر بیگ صاحب ہیں
آج صبح کی نماز میں ان کی تلاوت سنی تو مزہ
آگیا۔ میں نے بھی سرسری طور پر کہہ دیا کہ کل صبح
مجھے بھی جگا دینا ہم بھی نماز پڑھ لیں گے صبح اس
لئے کہا کہ باقی نمازوں میں تو مختصر تلاوت کریگا
لہٰذا ان نمازوں کے پڑھنے کی ضرورت نہیں مقصد
تو نماز پڑھنا نہ تھا بلکہ تلاوت سننی تھی، لہٰذا جب
صبح اُٹھا اور مسجد کی جانب گیا تو بوجھل قدموں نے
بڑا روکا مگر ہمت کر کے پہنچ ہی گیا تلاوت سننی
تھی، لہٰذا جب صبح اُٹھا اور مسجد کی جانب گیا
تو بوجھل قدموں نے بڑا روکا مگر ہمت کر کے

پہنچ ہی گیا۔ تلاوت سُنی۔ ایک ایک حرف جیسے دل و دماغ کی گہرائیوں میں ہل چل مچا رہا تھا جب سلام پھیرا اور جناب بیگ صاحب نے مڑ کر نمازیوں کی طرف دیکھا تو ہم تو پہلے ہی سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے مگر۔ . . . . . . .

. . . . . . . . . اُس مرد خدا کی نظر نے کوئی ایسا تیر چلایا کہ نگاہیں نیچے کر گیا اور عجیب کیفیت طاری کر گیا۔

سارا دن تذبذب میں گزرا مگر حسب معمول رات کو جب محفل سجانے بیٹھے اور ایک دوست کو غیر حاضر پایا تو میں اس کو ڈھونڈتے نکلا کسی نے بتایا کہ وہ مسجد میں بیٹھا ہے بندے کو بڑی ہنسی آئی کہ طارق اور مسجد! بہر حال مسجد کا رُخ کیا تو اندر سے نیم اور روشنی بجھی ہوئی اور سانس پھولی ہوئی آواز آ رہی تھی۔ ببول کے کانٹے کی پنیری سے کبھی آم نہیں نکلتے یا کیکرے کی پنیری سے کبھی گلاب نہیں کھلتے جیسا دماغ تھا ویسی سوچ آئی کہ کل اس کی جاسوسی کریں گے۔

وقت دونوں کروٹیں بدل کر چاروں شانے برابر کئے عرش عظیم کی طرف متوجہ تھا جب بندہ مغرب کی نماز سے فارغ ہوا تو لوگ ایک ایک کر کے نکلتے گئے حتیٰ کہ صرف کرنل مطلوب حسین صاحب میجر بیگ صاحب اور طارق صاحب رہ گئے۔ مجھے بیٹھا دیکھ کر بیگ صاحب گویا ہوئے۔

شاہ جی! ذکر کریں گے، حیرانگی میں سر اثبات میں ہلا دیا۔ بیگ صاحب نے پوچھا پہلے کبھی کیا ہے بندہ جو پہلے ہی سجادہ نشین تھا بخشا بخشایا بلاتھا اسے بھلا ایسے تردد کرنے کی کیا ضرورت تھی لہٰذا نفی میں جواب پا کر محترم جناب بیگ صاحب نے فضائل ذکر اور طریقہ ذکر بتلانا شروع کر دیا۔ ایک ایک بات دل میں اُترتی گئی اور ایک عرصہ پہلے کی دعا برائے "پیر" یاد آگئی بس کیا تھا ذکر شروع کیا اور پہلے ہی ذکر سے امانِ اوّل پگھل کر رہ گیا۔ ایک پتھر جو ہری کے ہاتھ چڑھا جس نے اسے بھٹی میں ڈالا پگھلایا گرمی دی رنگ چڑھایا اور موتی بنا کر نکالا اس ۲½ سال کے عرصہ میں وہ امان اول مر چکا تھا جو طاؤس و رباب کا شیدائی تھا جو سوتے وقت بھی بانسری سرہانے کے نیچے رکھتا اور لپسند کے لئے کسی ساز کی ضرورت محسوس کرتا تھا۔ اب اسے صحابہ کرامؓ کے خواب نظر آنے لگے، اب اس کی نگاہ کسی کائنات کے حسن کی بجائے اس حسن کے خالق کو ڈھونڈنے لگ گئی اب وہ سیدزادہ جو خود کو کامل سمجھتا، حرام حلال کو جائز کہتا۔ جنت کو اپنی میراث کہنے والا اپنی قوم کی آخرت سنوارنے کی فکر میں لگ گیا۔ گویا اسے گوہر مراد مل گیا اور تین دعاؤں میں ایک دعا کی تکمیل ہو گئی

اب جبکہ قدرت نے اس قید و بند کی صعوبتی سے چھٹکارا عطا فرمایا تو اپنی اولین فرصت میں اُس مرد درویش رہبر کامل شیخ سلسلہ کی زیارت کی تڑپ نے چکڑالہ پہنچانا دیگر تمام امور پر فوقیت حاصل کرلی۔ جب بندہ پنڈی حافظ پہنچا اور سوئے چکڑالہ روانہ ہوا تو کیا کیفیات تھیں الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ ایک سیاہ کارید تو عرکیے صحرا میں ایک روشنی کے مینار کی جانب رواں دواں ہے سڑک اور اردگرد کی زمین کے ایک ذرے سے اس مرد حاصل کی نسبت جڑتی چلی جارہی تھی اور آنکھوں میں آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہ لیتے تھے، ذہن میں بشمار صحابہ کرام اور اہل اللہ عارفین کاملین کے خاکے بنتے چلے گئے۔ یہ سب اس لئے بھی تھا کہ اب تک شیخ المکرم کی زیارت سے محروم تھے مگر سلسلہ اویسیہ ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائی تھی کہ ذہن کسی ایسے ہی ہستی کا تصور بار بار آنکھوں کو چھلکا دیتا۔ اسی کیفیت میں ایک دوست نے کہہ دیا کہ یہ حضرت جی کا دراقدس ہے، بس کیا تھا سینہ پھٹا جارہا تھا دماغ دنیا و مافیہا سے ماؤف صرف اس ہستی کے دیدار میں ایک عظیم گیٹ مگر خستہ حالت میں دیکھا جب اندر قدم رکھا تو کچھ بھائی ایک

چھوٹے سے کمرے میں بیٹھے نظر آئے اور کچھ اس کمرے کے باہر تمام احباب ایک ایک کرکے مگر نہایت تسلی اور پیار سے ایسے ملے گویا مدتوں بعد دو حقیقی بھائی مل رہے ہوں میں بھی باہر ہی ایک درخت کے ٹوٹے ہوئے اور خشک تنے پر جو زمین پر پڑا تھا بیٹھ گیا اس شہتیر پر بیٹھنا کیا تھا کہ جیسے سمندر کی ایک موج آئی جو دل سے اُٹھی اور آنکھوں کے راستے نکل گئی یہاں کی کچی آبادی ٹوٹی ہوئی دیواریں اپنے غیر ہموار ہونے کے باوجود مجھے سورج سے زائد منور نظر آنے لگی۔ ایک تخیل تھا جس کو ایک ساتھی نے یہ کہہ کر توڑ دیا کہ چلو مسجد میں نماز ادا کریں بندہ بھی ان کے ہمراہ جب مسجد میں داخل ہوا تو ہر طرف سناٹا تھا آدمیوں کی موجودگی کے باوجود کسی کی آواز نہ آرہی تھی، ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی یوں لگا جیسے صدیوں پرانی حویلی میں داخل ہوگیا ہوں۔ چھت کو ایک ٹیڑھی سی لکڑی کے سہارے روکا ہوا تھا۔ چھت کی ترچھی ٹیڑھی لکڑیوں کے مابین دھوئیں سے جالے بن چکا تھا مٹی کے لوٹے ایک طرف پڑے نظر آئے جب جائے وضو پر نگاہ ڈالی تو کچھ بزرگ اور جوان محو وضو تھے۔ مگر اُن میں ایک ہستی ایسی نظر آئی جس نے جونہی بندے کو دیکھا گویا آسمان سے بجلی گری اور آنکھوں کو زمین میں دھنسا گئی۔ بڑی ہمت

کر کے اس ہستی کو دوبارہ دیکھنے کی کوشش کی مگر چند سیکنڈ بھی چہرے پر نگاہ نہ ٹھہر سکی جسم میں ایک ہلچل سی مچ گئی کہیں یہ ہستی ہی تو نہیں ہے مگر یہ تو نہایت ہی سادہ لباس میں ہیں محترم بیگ صاحب کے بتانے کے باوجود کہ شیخ المکرم انتہائی سادہ لباس میں ہوتے ہیں۔ یقین نہ آتا تھا کہ اتنی بلند مرتبہ ہستی اس قدر بھی سادہ ہو سکتی ہیں کہ مٹی کے کوزے سے خود ہی وضو فرما رہی تھیں۔ الغرض جب بندہ وضو سے فارغ ہوا۔ سنتیں ادا کیں کیا دیکھا کہ وہی شخص کھدر کی قمیض اور ایک معمولی سی چادر زیب تن ہیں اور جائے امامت پہ کھڑے ہیں۔ "اللہ اکبر" کی آواز آئی۔ اپنے آپ ماضی آنکھوں کے سامنے ایک ہوا کی طرح گزر گیا اور اپنے آپ کو ایسی ہستی کی اقتداء میں کھڑا پا کر عجیب کیفیت طاری ہو گئی

ع داد حق را قابلیت شرط نیست

نماز ادا کی۔ حضرت سے مصافحہ ہوا۔ زبان سے کچھ بولا نہ گیا بس دل کی زبان آنکھوں کے راستے محو کلام تھی۔ حضرت نے حجرے کی طرف جانے کا حکم فرمایا۔ ایک ساتھی اٹھا حضرت کے جوتے سامنے رکھے۔ ایک پیر من دیکھ کر ایک شہنشاہ کو فقیری کی اس سادگی میں دیکھنا بیروں از وہم وگماں وخیال تھا، قدم چلتے گئے کہ ایک چھوٹے سے کمرے کے آگے رُک گئے، حضرت نے فرمایا، بیٹھو میں آتا ہوں، تھوڑی دیر میں وہ شاہی محل (حجرہ شریف) نظروں کے سامنے تھا جس کے بارے میں حضرت بیگ صاحب اکثر ذکر فرماتے تھے مگر سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ زمین پر خشک گھاس دیواریں کہیں سے اندر دھنسی ہوئیں کہیں سے باہر نکلی ہوئی چھت کی لکڑیاں ترچھی ترچھی ایک عجیب و غریب داستان حیات سنا رہی تھیں، فوراً سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک خیال ذہن میں ابھرا کہ کاش میں ایک تنکا ہوتا۔

یہاں کے تنکے اور پھٹی ہوئی چٹائی بھی اس سیدنا دے سے بہتر نظر آ رہی تھی جس کو حضرت جی سے مناسبت ہے

## بدل اشتراک

| | |
|---|---|
| سالانہ چندہ | ۵۰/- روپے |
| ششماہی | ۲۵/- روپے |
| فی پرچہ | ۴/- روپے |

بیرون ممالک کے لئے بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ چندہ

مشرق وسطیٰ ۱۲۰/- روپے یورپ ۱۴۰/- روپے

لیبیا ۱۵۰/- روپے امریکہ ۱۶۰/- روپے

# خون کے آنسو

میجر غلام محمد

ہمارے حضرت قبلۂ عالم، ہمارے استاذ المکرم، ہمارے ہادی و مرشد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے انھوں نے چالیس سال اپنے پروانوں کو آفتاب کے گرد زندہ رہنے اور حرارت کو جذب کرنے کا ڈھنگ سکھایا۔ اور اس میدان میں انہیں ہر خطرے سے نبرد آزما ہونے کی تربیت دی جو انہیں آستین کے سانپوں اور ابلیس کے حواریوں کی ریشہ دوانیوں اور بھیانک سازشوں سے لاحق تھا۔ اپنی زندگی میں وہ ہمارے لئے حصار تھے، اور ہمیں ہر مشکل وقت میں ان کے ہاں پناہ مل جاتی تھی، حضرت قبلہ عالم سفر آخرت کو سدھار گئے، ہم بہت روئے، ہم کیا زمین روئی، آسمان رویا، یہ سارا جہان رویا، مسلسل کئی روز تک ایسی کیفیت رہی جیسے خون بھی جسم میں چلنا بند ہو گیا ہو، طبیعت سخت بیزار ہو گئی، نہ سوچنے کی سکت باقی رہی نہ کچھ کرنے کی۔ ایسے میں مجھے حضرت قبلۂ عالم کی ملاقات نصیب ہوئی۔ ایک روز نہیں کئی روز۔ اور ہر دفعہ میں نے حضرت قبلہ عالم کے ساتھ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کو دیکھا۔ آخری دفعہ کی ملاقات میں حضرت قبلہ عالم نے مجھے اس کیفیت سے نجات دلانے کے لئے میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کے ہاتھ میں دیدیا۔ میری حالت سنبھل گئی۔ مجھے نجات دہندہ مل گیا۔ میں فوراً اپنی جماعت کے دوسرے افراد کے پاس گیا اور ان کو سب کچھ بتایا۔ اس کے کچھ روز بعد اطلاع ملی کہ منارہ میں تمام جماعت نے حضرت مولانا محمد اکرم کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ یوں مجھ پر اپنے واقعہ کی حقیقت عیاں ہو گئی جماعت کو حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کی صورت میں پھر ایک حصار مل گیا۔ مگر — مگر یہ سن کر مجھے بہت رنج ہوا کہ اپنے ہی لوگ، اپنے ہی رفیق کار اس حصار کو گرانے پر تُل گئے ہیں۔ ہم ابھی تک حضرت قبلہ عالم کی جدائی پر رو رہے ہیں، خدارا ہمارے حصار کو گرا کر ہمیں خون کے آنسو نہ رُلاؤ۔ ہماری آنکھیں پتھرا جائیں گی ہم اندھے ہو جائیں گے، پھر ہمیں کوئی لاٹھی پکڑانے والا بھی نہیں ملے گا۔

# اصلاح معاشرہ کی ضرورت

## اسبابِ فساد اور علاج کی تدابیر

مولانا احتشام الحق کاندھلوی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

فضائل و محاسن، خوبیوں اور بھلائیوں کے مجموعے کا نام "مسلمان" تھا۔ اسلاف نے ان اوصاف کو اپنے اندر پیدا کیا اور مسلمان کہلائے، اخلاف کو یہ اوصاف ورثہ میں ملے اور انتہائی فراوانی کے ساتھ ملے۔ مگر انہوں نے بزرگوں کے سرمایہ کو لٹایا اور نہایت بے دردی اور ناتجربہ کاری کے ساتھ لٹایا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا کہ اصلی سرمایہ دار تہیدست ہو گئے تجوریاں اب بھی وہی ہیں مگر خس و خاشاک سے بھری پڑی ہیں۔ صورت اب بھی وہی ہے۔ مگر سیرت بدلی ہوئی، نام اب بھی وہی مگر "بدنام کنندہ نیکو نامے چند"

اب اس نام کو بدلا جائے یا اس کی حقیقت کو معلوم کیا جائے اور مسمّیٰ تک پہنچا جائے، نام کو بدلنا بھی دشوار اور اس خود فراموشی کے عالم میں حقیقت کو پانا اور مسمّیٰ تک پہنچنا بھی دشوار ہے

دور ہے منزلِ عرفانِ خودی اور یہاں
بے خودی کا یہ عالم ہے کہ خدا یاد نہیں

پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہوشیار رہوں، غفلت سے بیدار ہوں اور اپنی حالت زار کا احساس پیدا ہو، جو مریض اپنے کو توانا اور تندرست سمجھ رہا ہو اس سے علاج پر آمادہ ہونے کی کیا توقع؟ اور جب مرض کا مداوا نہ ہو تو صحت کی کیا اُمید؟

کہتے ہیں یہ سب "تعلیم جدید" کے اثرات ہیں یہ کہنے اور سمجھنے والے ایک حد تک حق بجانب بھی ہیں مگر پورا الزام جدید تعلیم کے سر لگانا سراسر ہٹ دھرمی اور نا انصافی ہے دراصل اس کے کچھ اور ہی بنیادی اسباب ہیں مگر نئی تعلیم نے بھی اس پر روغن ضرور چڑھایا اور سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ ورنہ اب سے پہلے بھی ہم نے غیروں کے علوم و فنون کو حاصل کیا اور انتہائی فراخ حوصلگی سے ان کو اپنایا، فلسفہ، منطق، ریاضی، نجوم، ہندسہ، طب، رمل جفر سب دوسروں ہی کے سرمایہ ہیں جن پر ہم نے قبضہ جمایا قابلِ ذکر زبانوں میں دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں جسکو مسلمان نہ سیکھ سکے اور اس میں مہارت پیدا نہ کی ہو۔

پھر انگریزی زبان ہی میں وہ کیا خرابی ہے جس کی وجہ سے اس کو "شجر ممنوعہ" قرار دیا جائے اور اس کے زہریلے اثرات سے پناہ مانگی جائے۔

انگلش محض ایک زبان ہے اور زبانوں کی طرح اس کو بھی سیکھنے اور سکھانے میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ دیگر زبانوں ہی کی طرح محض زباندانی کے لئے اور اس سے صحیح کام لینے کے لئے اس کو حاصل کیا جائے، یعنی خود اس پر قبضہ جمایا جائے اپنے کو اس کے قبضے میں نہ دیا جائے۔ ہمارے اسلاف نے اغیار کی جن چیزوں کو حاصل کیا۔ ان کو پہلے اپنایا اپنے رنگ میں رنگین کیا اور پورے طور پر اسلامی رنگ چڑھا کر اسلام کا خدمتگار بنایا آج جس زبان کو ہم سیکھ رہے ہیں اس کو اپنانے کی بجائے خود اس کی رَو میں بہے جا رہے ہیں۔ اسی رنگ میں رنگے جا رہے ہیں۔ اپنا رنگ اُتر رہا ہے دوسروں کا رنگ چڑھ رہا ہے اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ہم اپنی ہستی کھو بیٹھے ہیں۔ دیکھنے والے کو ہمارے اندر غیریت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ گھر ہمارا انگریزی، لباس ہمارا انگریزی، صورت ہماری انگریزی، کھانا ہمارا انگریزی غرضی ہر جگہ ہر بات میں فرنگیت موجود، اسلامیت مفقود پھر اگر اسلام مٹ رہا ہے تو اس میں قصور کس کا؟ ہم خود ہی اپنے کو مٹا رہے ہیں اور خود ہی واویلا کر رہے ہیں " از ماست کہ بر ماست " آزادی کے خواہشمند جب تک ان بندھنوں سے آزاد نہ ہوں گے خود مختار نہ ہوں گے جس رگ و ریشہ میں غلامی سمائی ہوئی ہو، بال و پر میں طاقت و پرواز نہ ہو اس کو کوئی کیسے آزاد کر سکتا ہے؟

اسلام کا عروج اور سربلندی اسلامی باتوں کے باتوں کے عروج اور سربلندی پر موقوف ہے جب خود مسلمان ہی اسلامی باتوں سے کنارہ کش ہو رہے ہیں تو اسلامی سربلندی ان سے ہمکنار کیونکر ہو سکتی ہے اور زبردستی یہ دولت ان کے سر تھوپی نہیں جا سکتی ہاں اللہ کو اپنے دین کی حفاظت ضرور کرنی ہے اگر ہم دین کو چھوڑ دیں گے تو وہ کسی دوسری قوم کو بھیج دیگا جو اس نعمت کی قدر کرے گی اور اس کے دین کی نگہبانی کرے گی۔ اور صحیح معنوں میں مسلمان کہلانے کی مستحق ہوگی اور ہماری طرح بے کردار اور بے پروا نہ ہوگی ارشاد ربانی ہے۔

وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم (سورہ محمد)

" یعنی اگر تم دین سے پھر جاؤ گے تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دے گا۔ پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے"

پہلے زمانے میں بھی شاگرد اپنے استاد سے بوعلی سینا، ارسطو اور فارابی کی خرافات پڑھتا تھا۔ مگر جب گھر پہنچتا تو سارے ماحول کو اسلامی پاتا۔ در و دیوار پر اسلامی رنگ پاتا اس لئے ماحول کے اثرات ہی غالب رہتے تھے۔ لیکن آج شاگرد اپنے استاد سے

درسِ قرآن لے کر بھی گھر لوٹتا ہے تو سارے ماحول کو غیر اسلامی پاتا ہے۔ ہر چیز میں فرنگیت کا رنگ دیکھتا ہے اسی لئے خود بھی اسی میں گم ہو جاتا ہے ؎

ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد

ماحول اور سوسائٹی کے اثرات کا مقابلہ صرف علمی باتوں اور اچھی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے سے نہیں ہو سکتا، پہلی تربیت گاہ اور اولین درسگاہ بچوں کا اپنا گھر اور والدین کی آغوش ہے گھر والے بچوں کو جس رنگ میں چاہیں رنگ سکتے ہیں جس سانچہ میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں لگا سکتے ہیں سنوار بھی سکتے ہیں۔ یہ ابتدائی نقوش انمٹ نشانات ہوتے ہیں جو سدا ساتھ رہتے ہیں اور پوری تعلیم و تربیت بلکہ ساری زندگی اسی کے موافق ڈھلتی جاتی ہے، جب یہ نقوش اولین ہی بدنما داغ ہوں اور اصلی تربیت گاہ ہی تمام خرابیوں کا گہوارہ ہو تو پھر آئندہ صلاح و فلاح کی کیسے توقع کی جا سکتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے اس گہوارہ کو سنوارہ جائے اور اپنے گھروں کو درست کیا جائے تاکہ ہر بات سے اسلام اور اسلامی شان نمایاں ہو اور ہر چیز پر اسلامی رنگ غالب ہو پھر بچوں پر یہی رنگ چڑھے گا اور ایسا چڑھے گا کہ کوئی مخالف سے مخالف تعلیم ان شاء اللہ اس کو مٹا نہ سکے گی۔

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس خانہ بربادی کے اسباب کیا ہیں تاکہ ان اسباب کو ترک کیا جائے اور ان راستوں کو مسدود کیا جائے۔

## فساد اور گمراہی کے راستے:

(۱) سب سے بڑی آفت جو شریف خاندانوں پر نازل ہوئی مخرب اخلاق ناول اور افسانے ہیں۔ ڈاک کی سہولتوں نے اس "غلاظت" کو ہر شہر، ہر قصبہ ہر گاؤں میں گھر گھر پہنچا دیا ہے جس کے باعث شاذونادر ہی کوئی قدامت پسند گھر ایسا نکلے گا جو ان کی پھیلائی ہوئی گمراہی سے محفوظ ہو گا ورنہ قریباً ہر جگہ ان کے مسموم اثرات پائیں گے جو بڑوں اور چھوٹوں کے دل و دماغ کو ماؤف کئے ہوئے ہیں۔ عموماً ان ادبی افسانوں میں زندگی کا ایسا شرافت سوز مگر دلکش اور ساتھ ہی محض فرضی تخیل ذہن نشین کرایا جاتا ہے کہ شاذونادر ہی کسی کو نصیب ہو انہی خیالات اور جذبات کے ساتھ دماغ کی پرورش ہوتی ہے ایسی خوشگوار عشقیہ زندگی کی دلی آرزو پیدا ہوتی ہے جس کا ہونا دشوار، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ساری خیالی آرزوئیں خواب پریشان ثابت ہوتی ہیں اور زندگی انتہائی تلخی اور بدمزگی کے

ساتھ گذرتی ہے یہ وہ اثر ہے جو لازماً ہو کے رہتا ہے حسن و عشق کی روز افزوں فرضی داستانیں، بے عصمتی، بے حرمتی اور بے حیائی کی وارداتیں جو آئے دن کانوں میں پڑ رہی ہیں انہی ادبی افسانوں کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

میں اس سے ناواقف نہیں ہوں کہ فی نفسہٖ افسانہ نویسی یعنی کسی مقصد کو مقصد اور سرگذشت کی شکل میں پیش کرنا بُری چیز نہیں ہے۔ بُرائی جو کچھ ہے وہ ان افسانہ نگاروں کی بے راہ روی اور بدذوقی سے پیدا ہوتی ہے جو صحیح اسلامی علم و فہم اور سلامت ذوق کے اعتبار سے تہی دست ہے یہ خود ناسد ماحول کی پیداوار ہیں اس لئے ان کے افسانے روح اسلامی کے لئے صرف زہر ہی پیدا کرتے ہیں۔ عموماً ان میں آوارہ اور سفلی جذبات کو برانگیختہ کیا جاتا ہے اور برائیوں کو خوبیوں کے رنگ میں ظاہر کیا جاتا ہے جس سے بالعموم یہ نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔

(ا) بدچلنی، بدکاری، بے حیائی، مکاری، عیاری پھیل رہی ہے۔

(ب) افکار و خیالات گندہ اور پراگندہ ہو رہے ہیں۔

(ج) افکار کی پراگندگی کی وجہ سے گھریلو زندگی تباہ ہو رہی ہے۔

(د) طرز تمدن طرز معاشرت بگڑ رہا ہے۔

(ہ) غور و فکر، فہم و فراست، عقل و شعور کا مادہ فنا ہو رہا ہے، جذباتیت اُبھر رہی ہے۔

(س) علمی، اخلاقی، دینی ذوق کم ہو رہا ہے تفریحات اور خرافات کا شوق بڑھ رہا ہے۔

ایک اور فتنہ عظیم ان افسانوں سے پہنچا جو آج ملتِ اسلامیہ کے لئے عقدہ لاینحل بنا ہوا ہے اور وہ ازدواجی زندگی کا مرحلہ ہے، جس کا معیار آج بالکل پلٹا ہوا ہے۔ مرد کو بیوی نہیں ایک نازنین البیلی رقاصہ کی ضرورت ہے۔ عورت کو خاوند نہیں ایک ہیرو درکار ہے۔ نہ شریف زادوں کی کہیں پوچھ نہ شریف زادوں کی کوئی قدر و قیمت نہ والدین کی پروا نہ خاندان کی عزت و آبرو کا خیال۔ جہاں نگاہ پڑی وہیں ڈیرے ڈال دئے اور جانبین سے شریک زندگی ہونے کا عہد و پیمان ہو گیا۔

یہ مصیبت بھی کوئی معمولی مصیبت نہیں شرافت اور انسانیت کا یکسر خاتمہ ہے مگر معاملہ اور آگے بڑھتا ہے، چند روز میں طرفین سے یہ عشق یا ہوس پرستی کا نشہ اُتر جاتا ہے پھر باہم بگاڑ شروع ہو جاتا ہے بدمزگیاں ہوتی ہیں ناچاقی بڑھتی ہے ناچار مرد کا گوشۂ الفت دوسری جانب ہو جاتا ہے۔ عورت کسی اور کو منتخب کر لیتی ہے پھر کیا ہوتا ہے؟ میرے قلم میں یارائے تحریر نہیں مختصر یہ کہ جو نہ ہونا چاہیئے وہ سب کچھ ہوتا ہے یہ تاثیر ہے ان افسانوں کی اور یہ ستم رانی ہے ان افسانہ نگاروں کی۔

(۲) ریڈیو:۔ دوسری بس کی گانٹھ یہ ریڈیو ہے جس کے پاس کچھ سرمایہ ہو جائے یا خوش قسمتی سے کوئی معقول ملازمت مل جائے اس کے یہاں بجائے

نعمت الٰہی کے شکرانے کے ان آلات لہو ولعب کا ہونا ضروری ہو جاتا ہے، گویا یہ کبھی آسودگی کی علامت اور ترقی کا معیار ہے، پھر گھر کے چھوٹے بڑے، مرد، عورتیں لڑکے، لڑکیاں باپ، ماں بھائی، بہن غرض سب باجماعت، ریڈیو سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ گھٹیا عشقیہ گانے، فحش گیت اور گندہ مذاق سب ہی کچھ سنتے ہیں اور محظوظ ہوتے ہیں گانے والیوں کو داد دی جاتی ہے فحش باتوں پر ہنسی اور قہقہے لگائے جاتے ہیں، نہ بڑوں کا ادب نہ چھوٹوں کا پاس سب ایک ہی قسم کے جذبات کے سیلاب میں بہے جاتے ہیں، وہ وقت بے شک تفریح میں اور دلچسپی میں گذر جاتا ہے۔ مگر یہ ایسی وقتی تفریح ہے جو آئندہ بڑے بڑے مفاسد کا پیش خیمہ بن جاتی ہے نتیجہ یہ کہ:۔

(ا) بڑوں کا ادب ولحاظ دلوں سے اُٹھ جاتا ہے۔

(ب) شرم وحیا غیرت وحمیت مفقود ہو جاتی ہے۔

(ج) باہمی برتاؤ میں بڑے چھوٹوں باپ، بیٹے کا امتیاز اُٹھ جاتا ہے۔

(د) معیار خیر وشر بدل جاتا ہے، ڈوم اور بھانڈ آئیڈیل شخصیتیں شمار ہونے لگتی ہیں۔

(ہ) تلاوت قرآن پاک، ذکر الٰہی جو ہزاروں رحمتوں اور برکتوں کا باعث بنتے ہیں طبائع ان سے ہٹ کر بے ہودہ مشاغل کی عادی ہو جاتی ہیں۔

(و) جو اس وقت دینی معلومات، علمی تحقیق اور اخلاقی تہذیب میں گذرنا چاہیئے تھا۔ وہ ان فضولیات کی نذر ہو جاتا ہے۔

(۳) سینما اور ٹی، وی:۔ ان میں ایسے حیا سوز، غیرت شکن مناظر پیش کئے جاتے ہیں جو شرافت وانسانیت کا یکسر خاتمہ کر دیتے ہیں۔ مگر بچوں، جوانوں بوڑھوں، مردوں، عورتوں کے لئے یہ شوق اتنا عالمگیر ہے کہ یہ بے ہودگی جزو حیات اور زندگی کا لازمی مشغلہ شمار ہونے لگا ہے، کہتے ہیں یہ آزاد خیالی ہے۔ مگر درحقیقت یہ "گھر پھونک تماشہ دیکھ" کی عملی تفسیر ہے۔ دولت برباد ہوئی، وقت ضائع ہوا۔ اخلاق بگڑے، شرافت وانسانیت کا خون ہو گیا۔

ان میں ہر وہ بات منظر عام پر آتی ہے جس کو اس ماحول سے نکلنے کے بعد سر بازار کوئی رذیل سے رذیل آدمی بھی دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا حیرت یہ ہے کہ اس قسم کی کوئی نازیبا حرکت کسی بہو بیٹی کے سامنے کر بیٹھے تو انتہائی کمینہ پن اور رسوائی کی بات ہے مگر انہی نازیبا حرکات کو اپنی بہو بیٹیوں بچوں بچیوں کو خود اہتمام سے دکھلانا عین شرافت اور تہذیب کی ترقی سمجھا جاتا ہے۔

ایک ایکٹرس اپنے جنون حسن فروشی میں ہر وہ حرکت کر گذرتی ہے جو نہ کرنا چاہیئے اس لئے کہ وہ اپنی عزت وعصمت کو مال وزر پر قربان کر کے اس میدان میں آئی ہے اب وہ جو چاہے کرے اسے کسی کی ملامت کی پروا ہی نہیں بلکہ اب تو ملامت کرنے والے ہی عنقا ہو رہے ہیں

ان کی جگہ اس پر فخر کرنے والوں کا ہجوم ہو رہا ہے افسوس اور حیرت ان لوگوں پر ہے جو اپنی جیب سے پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ خود بھی یہ رُسوا کن عادتیں سیکھتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی سکھاتے ہیں۔ پھر اگر کوئی منچلا لڑکا یا لڑکی اس سبق کا عملی تجربہ کرنے لگتا ہے سر پیٹ لیتے ہیں۔

میرے خیال میں عیاشی کی بدترین قسم یہ شوق رنگین ہے اس لئے کہ اس کے ذریعے ہر عیاشی کی راہ کھلتی ہے اور چسکہ پیدا ہوتا ہے اور انسان ایسی آوارہ نگاہی اور ذہنی عیاشی میں مبتلا ہوتا ہے جس سے کبھی چھٹکارا نصیب نہیں ہوتا۔

اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ:

(الف) عزت و حرمت، عفت و عصمت سر بازار لٹ رہی ہے۔

(ب) سرمایہ، وقت، ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں تباہ ہو رہی ہیں۔

(ج) بے حیائی، بے غیرتی، بداطواری اور بدکاری کا دور دورہ ہے۔

(د) مال و زر کی ہوس میں شریف زادیاں، خاندانی عزت و آبرو کو خاک میں ملا کر سٹیج پر آ رہی ہیں سینما کمپنیوں کے ایجنٹ اور دلال انہیں بہلا پھسلا کر اور سبز باغ دکھا کر تباہ کر رہے ہیں۔

(ہ) یہ بیماری ایک طوبیٰ، آرٹ بلکہ ثقافت شمار ہونے لگی ہے۔ اور سکولوں، کالجوں میں اس کی باقاعدہ تعلیم دی جا رہی ہے۔ اس جلتی پر تیل کا کام ہمارے اخبارات اور رسائل کر رہے ہیں جو ان نئی پتی ایکٹرسوں اور فن کاروں کی تصویریں اصل سے بھی زیادہ جاذب نظر بنا کر روزانہ عوام کی نگاہوں کے سامنے لا کر ان کے ذہنوں اور دلوں میں ان جراثیم کا انجکشن کرتے رہتے ہیں گویا یہ بے غیرتی بے حمیتی اور بدکاری کی زندگی کوئی بیٹا کارنامہ حیات ہے جو قابل رشک بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔

اس میں شک نہیں کہ یہی سینما ٹی وی، ریڈیو تعمیری اور اصلاحی کام کے لئے نہایت کارآمد ذرائع ہیں عمدہ نظریات کارآمد میلانات، مفید جذبات پیدا کر سکتے ہیں۔ مگر ہماری بدقسمتی سے یہ سب کاروباری ادارے بن چکے ہیں۔ اب انہیں اپنے گاہکوں۔ پبلک کے عام رجحانات اور خواہشات کا اتباع کرنا پڑتا ہے۔ اگر پبلک کے خیالات و نظریات درست ہوتے تو یہ ادارے اصلاحی کاموں میں پیش پیش ہوتے، کیونکہ ان کی کاروباری ذہنیت کی تسکین کی وہی بہترین صورت ہوتی۔ مگر وبائے عام کی وجہ سے پبلک کا مذاق اتنا بگڑ چکا ہے کہ بنیا ذہنیت کے یہ ادارے کوئی تعمیری اور اصلاحی قدم اٹھانے پر آمادہ ہی نہیں ہو سکتے

(۴) نمائش: صفائی، سلیقہ، تمیز معیار شرافت اور انسان کا خصوصی شعار ہے یہ سب اوصاف ارزاں بھی میسر ہو سکتے ہیں اور گراں بھی ان کو اپنی حدود سے بڑھانا خود کو پریشانی میں مبتلا کرنا ہے،

یہ محض اسراف اور فضول خرچی ہے، اپنے آپ کو پاک صاف رکھنا یقیناً معیارِ شرافت ہے مگر جسم کو گرا بنا رہنا اوچھا پن اور سراسر حماقت ہے۔

ہم نے یورپ کو نئی نئی مصنوعی آرائشوں سے آراستہ پایا اور قبل اس کے کہ ہم ان لوگوں کے آمد و خرچ کا جائزہ لیتے اپنی حالت کا ان کی حالت سے موازنہ کرتے ہم نے اپنا روپ بدل ڈالا، مفلسی میں سرمایہ داروں کی نقالی رنگ لائی جو کچھ شکم پُری اور تن پروری کا سامان تھا وہ سب تن پوشی اور آرائش و زیبائش میں خرچ ہوگیا۔ آج جس شخص کو دیکھئے بظاہر خوشحال اور بہ باطن پریشان خاطر ع

دل محیطِ گریہ و لب آشنائے خندہ ہے

آمدن معقول مگر گزارہ مشکل، جو جس رتبہ پر ہے اس کی آمدنی اس کی حیثیت کے اخراجات سے بہت کم ہزاروں روپے کماتا ہے مگر اطمینان نصیب نہیں۔ ایک مفلس و نادار شخص اپنے لمحاتِ زندگی بے فکری اور اطمینان کے ساتھ گزار سکتا ہے مگر ایک باحیثیت شخص اپنی ضروریاتِ زندگی کی وجہ سے ہر وقت پریشان رہتا ہے "آنانکہ غنی ترانند محتاج ترانند" کا نقشہ بنا ہوا ہے اور یہ سب نتیجہ ہے اس کا کہ ہم نے اسلامی سادہ اور ارزاں معاشرت کی ناقدری کی اور یورپ کی مصنوعی اور گراں معاشرت کو پسند کیا۔ اگر ہم اسلامی سادہ معاشرت پر قائم رہتے تو خود بھی اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کرتے اور باہم وہ مساوات اور یکرنگی پیدا ہوتی کہ تمام اقتصادی مسائل کی اُلجھی ہوئی گتھیاں خود بخود سُلجھ جاتیں۔

آج ہمارا معیارِ زندگی اس قدر بلند ہوگیا ہے کہ عوام کے ساتھ کوئی صوری مناسبت بھی نہیں رہی اور افتراق کی ایسی خلیج درمیان حائل ہوگئی ہے جس کا پاٹنا ممکن نہیں نظر آرہا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے اپنی عملی زندگی سے ایسا عمدہ تمدن پیش کیا کہ امیر المومنینؓ سے لے کر ادنیٰ غلام تک ہر ایک یکساں نظر آتا ہے، امارت و غربت میں کوئی عملی امتیاز نہیں تھا۔ آج حالات یکسر بدل چکے ہیں، بچے فیشن پرستی کے الاؤ میں دھکیل دیئے گئے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ والدین اور اولاد دونوں ایک دوسرے سے نالاں ہیں کسی کو سُکھ کا سانس لینا نصیب نہیں۔

لڑکیوں پر سب سے زیادہ ظلم ہو رہا ہے کہ انہیں فیشن پرستی کا شوقین بلکہ عادی بنا دیا جاتا ہے۔ ازدواجی زندگی شروع ہوتی ہے تو وہ خاوند پر بار بن جاتی ہے۔ ساری آمدنی فیشن پر لگ جاتی ہے۔ باہمی پیار بالکل ہی ٹھپ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اصل آرائش تو باطن کی سجاوٹ ہے اور اخلاق و عادات کی سجاوٹ ہے جسم کی ظاہری سجاوٹ بھی اسی وقت بھلی لگتی ہے جب باطن بھی سجا ہوا ہو۔ ورنہ باطن کی گندگی تو گندگی ہی ہے خواہ اس پر ظاہری سجاوٹ کا مخملی غلاف

پیٹ دیا جائے ۔ اس کا تعفن تو بہر حال قائم رہے گا خواہ اس پر کتنا یو ڈی کلون یا عطر چھڑکتے رہو ۔

۵ ۔ عورتوں کی بے محابا آزادی اور بے حجابی

عورت ایک گوہر بے بہا تھی جس سے مقصود شوہر کی روحانی تسکین اولاد کی اخلاقی تربیت اور معاشرے کی اس بنیادی اکائی کو یوں سنوارنا تھا کہ عورت کی گود انسان سازی کی فیکٹری بن جائے ۔ مگر مادہ پرست مغرب نے عورت کو نیلام کا مال بنا کر سر بازار رسوا کیا مسلمانوں نے اس حیا سوز اور غیرت شکن چلن کی تقلید کی اور اس تقلید میں عملاً عجیب اصول کو پیش نظر رکھا گیا ۔ وہ یہ کہ مغرب کی کسی خوبی کی طرف توجہ ہی نہ دی جائے مگر مغرب کی ہر برائی لپک کر سینے سے لگا لی جائے نتیجہ یہ نکلا کہ ؎

نہ تو انگریز بنے ہم نہ مسلمان رہے
عمر سب مفت میں کھو بیٹھے نادان رہے

وہ عورت جس کی نگاہیں سینکڑوں کا انتخاب کرتی ہوں اور ہزاروں نگاہیں جس کے حسن پر یلغار کر رہی ہیں وہ عورت کہاں رہتی ہے ؎

نہ رہ سکے گی لطافت جو زن ہے بے پردہ
سبب یہ ہے کہ نگاہوں کی مار پڑتی ہے

اور وہ ایک کا ہو کر کیسے رہ سکتی ہے ۔ ایک کا ہو کر رہنے کی اولین شرط یہ ہے کہ غیر سے نگاہیں بند ہوں جب غیر نگاہوں کے راستے دل میں اتر گیا اور وہ ضرور اترے گا بلا قصد و ارادہ اترے گا ۔ تو پھر لطف یکتائی کہاں رہا جب حقیقی لطف نہیں تو تسکین روح اور اطمینان خاطر کیونکر نصیب ہو یہی وجہ ہے کہ جو سکون و قرار گھر کی چار دیواری میں نصیب ہوتا تھا وہ آج بے زاری اور بے اطمینانی سے بدل گیا ۔ اور اس کی تلاش میں گھر کے ویران ماحول سے نکل کر کلبوں اور ہوٹلوں کا رخ کیا ؎

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جا کر

حیرت ہے عورتوں کی کج فہمی پہ وہ اپنی ذلت و رسوائی کی ترقی اور آزادی سمجھ رہی ہیں ۔ اسلام نے بیوی کو شوہر کے دل کی مالکہ اور گھر کی ملکہ بنا دیا تھا ۔ اب یہ صرف تفریح کا سامان اور دل بہلانے کے لئے کھلونا بن کر رہ گئی ہے ۔ نہ صرف اپنے شوہر کے لئے بلکہ شوہر کے احباب کے لئے بلکہ ہر ملاقاتی کے لئے تفریح کا سامان ہے ۔ اگر یہی ارزانی رہی تو اس جنس کے خریدار تو شاید مل جائیں قدردان کوئی نہیں ملے گا ۔

یہ صرف پانچ امور کی جانب اجمالی اشارہ ہے ۔ اس قسم کی یا ان کی شاخیں اور بھی موجود ہیں لیکن اگر کسی کے دل میں علاج کا احساس پیدا ہو جائے تو انہی امور پر غور کر لینے سے بشمار ذیلی خرابیاں خود بخود دور ہو سکتی ہیں

اسلام نے ایک نرالا نظریہ زندگی ، انوکھے جذبات اور رجحانات انسان کو دیے جو ملکوتی اور جبروتی اور سراسر روحانیت تھے اور ساری مادیت اس روحانیت کے تابع

تھی یہی معیار تھا شرافت انسانی کا اور یہی امتیازی شان
تھی ایک مسلمان کی، مرورِ زمانہ اور اپنی غفلت اور مدہوشی
کی وجہ سے یہ سارا سامان زنگ آلودہ ہوگیا اور ایسی
حالت میں ایسی قوم سے سابقہ پڑا جس کے پاس حکومت
تھی اور جو کچھ تھا مادی تھا، روحانیت کا وہاں شائبہ بھی
نہ تھا۔ نظریہ زندگی مادی، جذبات مادی، رجحانات
مادی، خیالات مادی غرض ہر شے مادی اور ہر شعبۂ زندگی
اسلامی نظریات کے مخالف اور متضاد تھا۔ ہم نے اپنی
دولت کو زنگ مزید نہیں جمنے کے لئے رکھ دیا اور لپک
کر ان مادی نظریات کو قبول کیا اور ان سے لگاؤ ایسا
پڑھا کہ ہم ان پر بالکل لٹو ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہم بالکل
بدل گئے۔ ایسے بدلے کہ ہم میں مادہ پرستوں میں کوئی تمیز
ہی نہ رہی۔ جب ہمارے دل و دماغ کے سانچے بدل گئے
تو ہمیں اپنی ہر چیز بدنما معلوم ہونے لگی اب جو کچھ ہم
دیکھتے ہیں۔ ایک مغربی مادہ پرست کی نگاہ سے دیکھتے
ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں ان کو دیکھ کر کرتے ہیں اپنی سب
ادائیں رونق طاقِ نسیاں ہو گئیں۔ اگر کچھ اسلامی
باتیں ہیں تو وہ بھی محض رسمی اور ایکٹنگ یا اداکاری
کا ایک حصّہ ہے۔

ظاہر ہے کہ اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں
کہ زندگی کے رُخ کو بلکہ سوچ کے رُخ کو بدلا جائے اور
اپنے زنگ آلود سرمایہ کو صیقل کیا جائے اگر سوچ کا
رُخ نہیں بدلے گا تو چشمِ بینا محض چشمِ تماشابن کر
رہ جائے گی۔ اور اگر کوئی بتلانے والا بتلائے گا تو
دل اُسے قبول نہیں کرے گا، دونوں نظریات کو جوں کا
توں ساتھ ساتھ چلنا ممکن نہیں دو متضاد چیزوں کا
جمع ہونا محال ہے اس لئے قدم قدم پر ٹکراؤ ہوگا
عجیب کشمکش ہوگی لہٰذا ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ اسلام
یا کفر۔

باطل دُوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

اس تبدیلی کے لئے کسی بڑی قربانی کی ضرورت نہیں نہ
جاگیروں اور زمینوں کو چھوڑنا ہوگا نہ ملازمتوں اور
تجارتوں سے دستبردار ہونا ہوگا، نہ مال و زر کا صرف
ہوگا نہ کوئی بڑی محنت اور مشقت کا کام صرف دل
کی دُنیا کو بدلنا ہوگا نیت اور ارادہ درست کرنا ہوگا۔
جو کام طبعی خواہش اور نفس کے تقاضے سے اپنی پسند کے
مطابق کیا جاتا ہے وہی کام اللہ کی رضا اور خوشنودی
حاصل کرنے کے لئے اس کی ہدایت کے مطابق کرنا ہوگا
اب ہم عبادت بھی کرتے ہیں تو اس میں نفسانی اغراض
شامل ہوتی ہیں لیکن نگاہ کے بدلنے اور سوچ کے درست
ہونے سے اگر ہم حکمرانی اور جہانبانی بھی کریں گے
تو وہ بھی اللہ کی رضا کے لئے ہوگی اور عین عبادت
ہوگی کام کچھ مشکل نہیں بس ذرا سا دل کو قابو میں
رکھنا ہے اور سوچ کے رُخ کو سیدھا کرنا ہے۔

اصلاحی تدابیر

ہر کام خواہ وہ کتنا معمولی اور سہل ہو ابتداً میں کچھ دشواریاں محسوس ہوتی ہیں یہ دشواریاں دراصل انسان کے ارادہ اور ہمت کی کمزوری کا عکس ہوتی ہیں گو ارادہ میں پختگی ہو تو کوئی دشواری، دشواری نہیں۔ انسان کی اصل فطرت نیکی اور نیک روی ہے مگر بدی کے پورے جذبات دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں وہ جذبات جن کو ابھارنے میں نفس اور شیطان پوری طرح مستعد اور سرگرم ہیں۔ تو نیکی کے جذبات دب جاتے ہیں مگر انسان کی اصل فطرت کی نشو ونما اور حفاظت کے لئے ایک زبردست قوت عطا کی گئی ہے اور وہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر محکم اور کامل یقین گویا یہ کلمہ ایک طرف انسان کی اصل فطرت کی حفاظت اور اس کی نشو ونما کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف غیر فطری جذبات کے دفعیہ اور نفس و شیطان کے مقابلہ کے لئے فولادی ہتھیار بھی ہر باطل قوت اس کے سامنے سرنگوں اس کلمہ پر یقین کو اپنے دل میں پیدا کرنا ہے اور اس حد تک کرنا ہے کہ رگ و ریشہ میں سما جائے پھر زندگی کا نیا اور نرالا دور شروع ہوگا۔

اب جب کہ اسلام اور کفر کے مقتضیات زندگی، تصورات اور اعمال و کردار سب جدا جدا ہیں تو لامحالہ ہمیں کفر کی باتوں کو چھوڑ کر اسلام کی باتوں پر مضبوطی سے قائم ہونا ہوگا۔ ورنہ یہیں اسلام کا ہوگا اندر کفر بھرا ہوگا کفر کی مادر پدر آزادی کو چھوڑ کر اسلام کی فطری پابندی کو قبول کرنا ہوگا ے۔

مسنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پابہ گل بھی ہے
انہی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کر لے

اگر یہ رویہ اختیار نہ کیا گیا اور کفر کے ساتھ مصالحت کی روش اختیار کی گئی تو ہوگا یہ کہ کوشش تو اسلام کے عروج کی ہو رہی ہے اور فروغ کفر اور فسق و فجور کو حاصل ہو رہا ہے لہذا چند تدابیر پیش کی جاتی ہیں

ے ممکن ہے ترے دل میں اتر جائے میری بات

(۱) ان تمام دروازوں کو بند کیا جائے جو فسق و فجور کفر و طغیان کی طرف کھلتے ہیں مثلاً

(الف) ان ادبی رسالوں اور اخباروں کا مطالعہ بند کیا جائے جو دین سے بیزاری اور اخلاقی بے راہروی فحاشی اور عریانی پھیلا رہے ہیں یہ کام عوام کا ہے اور اگر سرکار بھی اصلاح معاشرہ چاہتی ہے تو بیک جنبش قلم ایسے رسالوں وغیرہ کے ڈیکلریشن منسوخ کر دے۔

(ب) اپنے بچوں اور بچیوں کو مخرب اخلاق کتابیں پڑھنے سے باز رکھیں اور کوئی ایسی کتاب یا رسالہ جس سے اخلاق خراب ہوں عریانی اور فحاشی کا سبق ملے اپنے گھر میں داخل نہ ہونے دیں۔

(ج) ریڈیو، ٹی، وی سے گندے اور فلمی گانے اور دین سے بیزار کرنے والے ڈرامے اور فیچر ہرگز

نشر نہ کیئے جائیں اور اگر ان اداروں کے انچارج اسلام اور اسلامی حکومت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس روش سے باز نہ آئیں تو عوام مسلمانوں کو ایسے گندے پروگرام اور فحش گانے سننے سے بائیکاٹ کر لینا چاہیئے۔

(د) سینما اور تھیٹر وغیرہ لغویات کو خود بھی چھوڑ دیں اور اپنے متعلقین اور احباب کو بھی دیکھنے سے منع کریں۔ کیونکہ ان ہوس زر کے ماروں سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ ان ذرائع سے وہ کوئی انسانیت کی خدمت کرنے کی تدبیر سوچ سکیں گے۔ ان کا کام اور مقصد اور طرز عمل یہی ہے کہ جنسی بھوک بڑھائی جائے عریانی اور بیحیائی کو فروغ دیا جائے۔ تاکہ حال یہ ہو جائے کہ ؎

گھٹتا جاتا ہے خط پیمانہ
بڑھتی جاتی ہے تشنگی ساقی

(س) اسراف سے بچیں، ایسی سادہ معاشرت اختیار کریں جس سے اسلامی شان، اسلامی وقار اور اسلاف کا نمونہ نمایاں ہو۔

(ش) عورتوں اور بچیوں سے نہ اس قدر غفلت برتیں کہ وہ بے شعور رہیں نہ ان کو اس قدر آزاد چھوڑیں کہ فتنہ بن جائیں بلکہ حدود شریعت اور شرف انسانیت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان دینی اخلاقی اور علمی تعلیم و تربیت میں مشغول رکھا جائے بے حجابی، بے حیائی اور آوارگی سے روکا جائے۔

(۲) انسان کا طبعی تقاضا یہ ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی کام میں مشغول رہے، اگر طبیعت کو مجبور کر کے اس کو اچھے مشاغل کا عادی بنا لیا جائے تو پھر وہ مشاغل اس کی طبیعت بن جاتے ہیں ورنہ طبیعت بے ہودہ مشاغل میں پھنس کر ان کی عادی ہو جاتی ہیں۔ یا پھر بیکاری کا مہلک مرض لاحق ہو جاتا ہے جس سے کم لوگ شفایاب ہوتے ہیں اس لئے بے ہودہ مشاغل کو چھوڑنے کی اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں ہے کہ انسان اپنے کو زبردستی اچھے کاموں میں مشغول کرے پھر رفتہ رفتہ طبیعت خود ان کی عادی ہو جائے گی اور ذوق صحیح پیدا ہو جائے گا۔ مثلاً

الف: عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنا۔ ہر وہ کام جو خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے شریعت محمدیہ کے موافق انجام دیا جائے عبادت ہے چونکہ تمام دنیوی ضروریات خدا کی ہی لگائی ہوئی ہیں۔ اور ان کو پورا کرنے کا انسان مامور بھی ہے اس لئے اپنی تمام تر ضروریات کو خدا کا حکم سمجھ کر شریعت محمدیہؐ کے مطابق ادا کرنا سراسر عبادت ہے اور مقتضائے بندگی بھی یہی ہے کہ انسان کی ہر نقل و حرکت شریعت محمدیہؐ کے موافق اور خدا اور رسول کی رضا کے لئے ہو

اگر سارا وقت اس طرح نہ گزار سکے تو کوشش کرے کہ دن اور رات میں زیادہ سے زیادہ کام اللہ اور رسول کی رضا کے لئے شریعت کے موافق ادا ہوں اور رات کو سونے سے پہلے اپنے دن بھر کے اعمال کا محاسبہ بھی کر لیا کرے۔

اللہ اور رسول کی رضا ایک ہی چیز ہے جس بات سے خدا راضی اس سے رسول بھی راضی جس بات سے رسول راضی اس سے خدا بھی راضی اور یہ رضا شریعت محمدی اور سنت محمدی کے بغیر حاصل ہونا محال ہے،

(ب) فرائض خداوندی کو اہتمام اور عظمت کے ساتھ ادا کرنا بالخصوص فرض نمازوں کو نہایت شغف اور دل بستگی اور عظمت و وقعت کے ساتھ ادا کرنا جس قدر نماز کے ساتھ شیفتگی ہو گی اور وابستگی اسی قدر فحش اور بری باتوں سے نفرت اور بے زاری ہو گی بشرطیکہ نماز کو نماز کی طرح ادا کرے غفلت اور بے ہوشی سے اس کو ضائع نہ کرے۔

(ج) کچھ وقت روزانہ ادب و احترام کے ساتھ کلام ربانی کی تلاوت کرے۔ اگر معنی سمجھ سکتا ہو تو معانی اور مفہوم پر غور کرے ورنہ مجبوراً بغیر سمجھے ہی وقعت و عظمت اداب و احترام کے ساتھ تلاوت کرے۔

(د) کچھ وقت درود، استغفار اور ذکر الٰہی میں بھی گذارے تا کہ اس کی نورانیت سے دل کا زنگ دور ہو اور خفتہ دل غفلت و مدہوشی سے بیدار ہو۔

(س) مذہبی اور اخلاقی اصولوں کو سیکھنا جس کی دو صورتیں ہیں۔

اول: ایسے متقی اور پرہیزگار بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنا جو پابند شریعت اور متبع سنت ہوں جن کی مجالس جھوٹ، غیبت اور لوگوں کی برائیوں سے پاک ہو اور دل اللہ اور رسول کی محبت سے سرشار رہو۔ ایسی صحبت کیمیا تاثیر ہوتی ہے جو پتھر کو بھی سونا بنا دیتی ہے اگر ایسی صحبت نصیب نہ ہو تو بری صحبت سے پرہیز زیادہ ضروری ہے برائی جلد اثر کرتی ہے اور دیرپا ہوتی ہے۔

دوم: مذہبی علمی اخلاقی تفسیر حدیث، فقہ، تاریخ سیرت اخلاق، تصوف کی معتبر و مستند کتابوں کا خود بھی مطالعہ کرے اور اپنے متعلقین اور گھر والوں کو بھی اس کی ترغیب دے جب تک کہ مصنف کی امانت، دیانت تقوے پر اور صلاحیت پر پورا اعتماد نہ ہو

اس کی کتاب کا مطالعہ خطرناک غلطی ہے
کتاب مصنف کے خیالات و اثرات کا آئینہ ہوتی
ہے اور انہی اثرات وخیالات کو دل و
دماغ میں بٹھاتی ہے۔ بالخصوص مذہبی
کتابوں میں اُن زہریلے اثرات سے بچنے
کی زیادہ ضرورت ہے۔
مذہبی کتابوں کا مطالعہ تفریح طبع یا وقت
گذاری کے لئے نہ ہو بلکہ اس لئے کہ
خدا اور رسول کے احکام معلوم ہوں۔
اور اس کے مطابق عمل ہو تاکہ پوری زندگی
شریعت محمدیہ کے سانچے میں ڈھل جائے
اور اسلام کا مجسم نمونہ بن جائے۔
یہ چند باتیں مسلمانوں کی ترقی اور عروج کا
اصلی زینہ نہیں۔ اگر اس راہ پر خود چلنے اور دوسروں
کو چلانے کی کوشش کی گئی تو قوی اُمید ہے کہ بہت

جلد منزلِ مقصود پالیں گے اور وہ تمام خرابیاں
جن سے مسلمان تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ اور
آفتاب اسلام ماند پڑ رہا ہے خود ہی ملیا میٹ
ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ مگر اس کے لئے
کچھ قربانی، جاں نثاری اور دلسوزی درکار ہے
تاآنکہ از سرِ نو "اُمتِ مسلمہ" کا رُخ سپید ہو
اور وہ انقلاب عظیم رونما ہو جائے
جس نے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے سوئی ہوئی
دُنیا کو جگایا تھا۔

جس میں نہ انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات کشمکش انقلاب

والسلام علےٰ من اتبع
الھدیٰ

بشکریہ!
(ماہنامہ الفرقان)

ارشادِ ربانی " بے شک نماز بُرے کاموں
اور بے حیائی سے روکتی ہے
نماز : ایک ڈھال ہے۔

# غزل

بہ
میجر
فضل حسین فضل مرحوم

ہاتھ میں تیرے قلم ہے کاتبِ تقدیر کا
یہ خلاصہ ہے کلامُ اللہ کی تفسیر کا

جہد و حکمت کے عرق سے اس چمن کو سینچ دے
پھر بھروسہ حق پہ کر اس کاوش و تدبیر کا

بے بسوں کو بے بسی کے غار سے باہر نکال
توڑ دے ہر ایک حلقہ ظلم کی زنجیر کا

نائبِ حق ہو کے تو راہِ حق کا پاسباں
حق ادا کر حق کی اس بخشی ہوئی توقیر کا

سوزنِ جذبات سے قرطاس کو چھید آ گئے
نقشِ فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا

ذکرِ حق جاری رہے جب تک کہ جاری سانس ہے
یہ طریق کاملاں ہے قلب کی تطہیر کا

زلفِ عہدِ نو نے ڈھانپا چہرۂ لیلیٰ و قیس
چھپ گیا ہے رخ ہی پہلا عشق کی تصویر کا

آدمیت کی عمارت فضل کیا ہو استوار
مال ہی اب خام ہے کردار کی تعمیر کا

# افہام و تفہیم

پروفیسر حافظ عبد الرزاقؒ ایم، اے

**خط:** ایک نہایت اہم مسئلہ کے بارے میں آپکو خط لکھ رہا ہوں۔ اور آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ پہلی فرصت میں اس خط کا جواب ارسال فرمائیں یہ نہ صرف دین کی خدمت ہوگی بلکہ اس سے کئی شکوک جو یہاں جنم لے رہے ہیں ان کی بیخ کنی بھی ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۂ لقمان کی آخری آیات میں صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے، لیکن میڈیکل سائنس آج یہ بتا دیتی ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ یہ دعویٰ ارشاد باری سے مطابقت نہیں رکھتا"

یہ سوال آج کل ہمارے (آفیسرز) کے حلقے میں ہر وقت زیر بحث ہے جس کا خاطر خواہ جواب یہاں پر کوئی عالم دین نہیں دے سکا۔ اس وجہ سے آپکو تکلیف دے رہا ہوں۔

**الجواب:** عزیز محترم! ذہنی مرعوبیت اور نظری غلامی اس سے بھی بڑے بڑے کرشمے دکھاتی ہے۔ دیکھئے آپ کا ارشاد ہے جو آپ کا نہیں بلکہ تمام آفیسرز کی ترجمانی ہے کہ "میڈیکل سائنس آج یہ بتا دیتی ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ آپ نے اس پر بھی غور فرمایا کہ دعویٰ سچا بھی ہے یا نہیں؟ اگر غور نہیں فرمایا تو کیا اخبارات میں یہ بحث نہیں پڑھی میڈیکل سائنس کے "امام" لیڈی ڈیانا کے پیٹ میں جھانکتے رہے اور ایک متفقہ فیصلہ دیا جو میڈیکل سائنس کی معراج اور سائنس دانوں یا میڈیکل سائنس کے ماہرین نے اپنی مہارت فن دکھاتے ہوئے دیا۔ لیکن بچے کی ولادت ہوئی تو نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلا جو میڈیکل سائنس نے دعویٰ کیا تھا۔ میں نے "بالکل" کا لفظ اس لئے لکھا ہے کہ اگر بچہ He اور She کے درمیان

ہوتا تو بالکل کا لفظ درست نہیں ہو سکتا تھا چونکہ ایسا نہیں ہوا اس لئے میں نے "بالکل" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

یہ ہو سکتا ہے کہ میڈیکل سائنس کی بات کبھی درست بھی ثابت ہو جائے مگر اس کی حقیقت وہی ہے جو ایک منچلے نے کہا تھا کہ میں اور میرا بھائی دونوں اولیاء ہیں اور غیب کی خبریں بتا دیتے ہیں۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ کہنے لگا بادل جب نظر آتے ہیں تو میں کہتا ہوں بارش ہوگی اور میرا بھائی کہتا ہے نہیں ہوگی، تو کبھی میری بات درست ثابت ہوتی ہے، کبھی میرے بھائی کی بات درست ثابت ہوتی ہے لہٰذا ہم دونوں غیب کی خبریں جانتے ہیں۔

اب میں آپ سے عرض کروں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سنیئے۔ یہ اختلاف دلائل اور بے دلیل ہونے کا نہیں بلکہ اعتماد اور بے اعتمادی کا ہے۔ سائنس دانوں پر چونکہ پورا اعتماد ہے اس لئے ان کی باتیں بے دلیل مان لینا "روشن خیالی" ہے۔ نبیؐ پر چونکہ اعتماد نہیں اس لئے ان کی بات بے دلیل مان لینا "اندھی تقلید" ہے۔

یہ ہے "روشن خیالی" اور "اندھی تقلید" کی حقیقت۔

اب آیئے اصل مسئلہ کی طرف۔ بات تو آپ کے سوال کے الفاظ میں ہی واضح ہو جاتی ہے مگر ادھر توجہ نہیں کی گئی۔ آپ کے سوال کے الفاظ ہیں:

(ا) ماں کے پیٹ میں "جو کچھ" ہے اس کا علم صرف اللہ تعالےٰ کو ہے۔

(ب) میڈیکل سائنس آج بتا دیتی ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔

ان دونوں Statements کا فرق نوٹ فرمائیے۔ اللہ کو علم ہے "جو کچھ" ہے اور سائنس بتاتی ہے لڑکا یا لڑکی۔ جو کچھ کا مطلب یہ ہے کہ وہ گورا ہے یا کالا ہے۔ لانبا ہے یا ٹھگنا ہے، ذہین ہے یا کودن ہے، اندھا ہے یا سوانکھا ہے، فاسق فاجر ہے یا زاہد و عابد ہے، مومن ہے یا کافر ہے، امیر ہے یا مفلس ہے، بیمار ہے یا صحت مند ہے، گویا ہے یا گونگا ہے، بہرا ہے یا سنتا ہے، خوش قسمت ہے یا بدبخت ہے امن پسند شہری ہے یا جرائم پیشہ ........

یہ ہے "جو کچھ" کا اجمالی مفہوم تو سائنس نے اگر اس "جو کچھ" میں سے اتنا بتا دیا جو یقینی نہیں کہ لڑکی ہے یا لڑکا تو اللہ تعالےٰ سے برابری کا تصور کیسے پیدا ہو گیا۔

اب اس حقیقت کو ایک اور پہلو سے سمجھیئے۔ یہ مسئلہ علم غیب سے تعلق رکھتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر فن کی اصلاح کا خاص مفہوم ہوا کرتا ہے تو علم غیب کی تعریف یہ ہے کہ — جو کسی واسطہ، ذریعہ

یا آلہ کے بغیر حاصل ہو اور وہ حضوری یا حصولی نہ ہو، علمِ غیب کہلاتا ہے - اور ظاہر ہے کہ یہ صرف اللہ تعالےٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ مخلوق کو غیب کا جو علم ہوتا ہے وہ کسی واسطہ سے ہوتا ہے اور حصولی ہوتا ہے مثلاً انبیاء کرام بعض غیب کی خبریں بتلاتے ہیں ان کو یہ علم وحی و الہام کے واسطے سے حاصل ہوتا ہے - اولیاء کرام اگر ایسی کوئی بات بتلاتے ہیں تو انہیں یہ علم کشف کے ذریعے اور واسطے سے حاصل ہوتا ہے اور وہ حصولی ہوتا ہے، سائنس دان اور موسمیات والے جو بتلاتے ہیں وہ علم آلات کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور وہ بھی ظنی ہوتا ہے یقینی نہیں ہوتا اس کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ استاد نے بچے کو سکھا دیا کہ یہ الف ہے یہ بے ہے یہ جیم ہے اب بچہ ڈینگیں مارنے لگے کہ میں اور استاد برابر۔ کیونکہ میں نے بھی بتا دیا کہ یہ الف ہے یہ بے ہے یہ جیم ہے اور اُستاد نے بھی یہی بتایا لہٰذا ہم دونوں برابر۔ بس یہاں بھی بات وہی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پڑھا دیا یا بتا دیا انسان ڈینگیں مارنے لگے کہ میں اور اللہ برابر۔ اور اللہ کے بتانے کا ڈھنگ یہ ہوا کہ انسان کو عقل دی۔ اُس نے آلات ایجاد کئے اور ان آلات کی مدد سے اس نے وہ بات بتا دی جسے وہ غیب سمجھتا ہے تو اس میں اللہ سے برابری کا سوال کہاں پیدا ہوا۔

اُمید ہے کہ یہ سوال اور اسی قسم کے اور سوال جو دراصل نادانی اور جہالت کے کرشمے ہوتے ہیں یا ضد عناد کی کارستانیاں، آپ آسانی سے حل کر سکیں گے۔

مولانا تھانویؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آج کل اعتراض زیادہ پیدا ہو رہے ہیں اور جوابات کم ملتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے ؟

آپ نے فرمایا اعتراض، جہالت کی دلیل ہے اور جواب، علم کی، چونکہ جہالت بڑھتی جا رہی ہے اس لئے اعتراضات زیادہ جنم لے رہے ہیں اور علم گھٹتا جا رہا ہے اس لئے جواب کم ملتے ہیں اور یہ سمجھ لیجئے کہ کثرت معلومات کا نام علم نہیں بلکہ علم یہ ہے کہ ادراک سلیم اور قوی ہو جس سے ذہن صحیح نتائج پر پہنچ جاتا ہو۔ ان میں سے پہلی چیز "صورتِ علم" ہے، دوسری چیز "حقیقتِ علم" ہے۔

**سچائی ہمیشہ پھیلتی ہے اور جھوٹ ہمیشہ کم ہوتا ہے**

# تمباکو نوشی

محمد اسرار مسقط

تمباکو نوشی نے ایک وبا کی شکل اختیار کر لی ہے اور اس کا استعمال شہر و دیہات ہر جگہ رائج ہے۔ اس کی حرمت کے لئے تو کوئی فقیہہ فتویٰ دے، بہر حال یہ ایک مضر شے ہے اس لیئے سگریٹ کے ہر پیکٹ پر واضح الفاظ میں لکھا ہوتا ہے "سگریٹ نوشی صحت کے لئے مضر ہے" تمباکو نوشی اپنی بدبو اور بدمزگی کی وجہ سے ایک گندی چیز تصور کی جاتی ہے اس کے خریدنے میں پیسے خرچ کرنا اسراف و فضول خرچی ہے۔ نیز یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ تمباکو نوشی میں تھوڑا بہت نشہ ضرور ہوتا ہے کیونکہ اگر تمباکو نوشی پہلی بار کی جائے تو پینے والے کو نشہ ضرور ہو جاتا ہے اس طرح سے اگر طویل وقفے کے بعد دوبارہ کی جائے تو پھر بھی نشہ ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ تمباکو نوشی بطور عادت کرتے ہیں اور اس میں اعصاب کے لئے سکون تلاش کرتے ہیں خصوصاً اضمحلال و تھکاوٹ اور خوف و شرمندگی وغیرہ کے وقت کچھ لوگ کھانے کے فوراً بعد راحت حاصل کرنے کے لئے تمباکو نوشی کرتے ہیں جبکہ کچھ لوگ بیت الخلاء میں بیٹھ کر تمباکو نوشی کے عادی ہوتے ہیں۔

تمباکو نوشی کا عادی تمباکو کی سخت ضرورت اور شدید رغبت محسوس کرتا ہے باوجودیکہ انہیں کچھ بھی لذت و فائدہ حاصل نہیں ہوتا تمباکو نوشی کے مختلف طریقے ہیں مثلاً حقہ نوشی، بیڑی نوشی، سگریٹ نوشی اور نسوار کھانا۔ سگریٹ کیا ہے؟ سگریٹ گیس و دھواں دار کیمیاوی مواد سے بنتا ہے، جیسے تارکول نیکوٹین، زہریلا کاربن اکسائیڈ اور باریک ذرات اور دوسرے سخت مواد کے لاکھوں جزئیات ان سب میں نیکوٹین کی بھاپ سب سے زیادہ خطرناک ہے جو بعض امراض کا اساسی سبب بھی ہے مثلاً سگریٹ نوشی سے سرطان اور دمہ جیسی خطرناک بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔

(۱) دمہ: یورپ میں ایک ہزار سگریٹ نوشوں کا ان کے مرنے کے بعد دمہ سے متعلق ریسرچ کیا گیا اور ان کے پھیپھڑوں کا سگریٹ نہ پینے والوں کے پھیپھڑوں سے مقابلہ کیا گیا تو اس تقابلی ریسرچ سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ جو حضرات روزانہ ایک سے ۱۹ سگریٹ پی جاتے ہیں اُن سے ۲۷ فیصدی لوگ موت کے وقت دمہ کے شکار ہو جاتے ہیں اور جو لوگ یومیہ ۲۰ یا اس سے زائد سگریٹ پی ڈالتے ہیں وہ تقریباً ۹۰.۰۱ فیصدی دمہ کے شکار ہوتے ہیں جبکہ سگریٹ نہ پینے والے صرف ۱۰ فیصدی اس بیماری کے شکار ہوتے ہیں۔

(ب) **سرطان**: اسی طرح سے سرطان سے متعلق ۸۶ کتوں کا تجرباتی ریسرچ ۸۵۸ دن تک سگریٹ نوشی کی تدریب کے بعد کیا گیا، تو یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ ان میں سے ۲۸ کتے تجربہ ختم ہونے سے پہلے مرگئے اور باقی تجربہ ختم ہونے کے بعد مر گئے۔ اور جب ان کتوں کے پھیپھڑوں کی جانچ کی گئی تو ان میں سے ۱۲ پھیپھڑے سرطان کی بیماری میں مبتلا تھے۔

(ج) **متفرقات**: سگریٹ پینے والے بہ نسبت نہ پینے والوں کے امراضِ قلب میں ۳۳ فیصدی زیادہ مبتلا ہوتے ہیں اس کے علاوہ سگریٹ نوشی دل کو خراب، قویٰ کو کمزور اور دانتوں کو زرد کر دیتی ہے، بلغم و کھانسی پیدا کرتی ہے سینے کے ایسے امراض پیدا کرتی ہے جس سے شفایابی مشکل ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

سگریٹ پینے والے کی عمر ۸ سال سے لے کر ۱۲ سال تک کم ہو جاتی ہے۔ وہ ایک سگریٹ پینے میں ۵ سے ۱۰ منٹ تک وقت ضائع کرتا ہے اور عمر بھر میں لاکھوں روپے بغیر کسی مصرف کے برباد کر ڈالتا ہے اگر یہ رقم کسی دار العلوم، یتیم خانے یا رفاعی ادارے میں صدقہ کر دی جائے تو کتنا اچھا ہو، سگریٹ نوشی وغیرہ کے سبب جو اموات واقع ہوتی ہیں وہ بہ نسبت جنگ و بس حادثات کے زیادہ ہیں۔ المختصر سگریٹ نوشی وقت اور دولت کا ضیاع ہے اور یہ دیر سے آنے والی خودکشی کے مترادف ہے۔

بڑی حیران کن بات ہے کہ اکثر باشرع حضرات بھی اس وبا میں بری طرح مبتلا دیکھے گئے ہیں۔ انہیں احساس تک نہیں ہوتا جبکہ ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اس سے اپنے لئے جواز پکڑتے ہیں اور سب سے بڑھ کر تلخ بات یہ ہے (حقیقت یہ ہے کہ یہ بات لکھتے ہوئے مجھے بڑی شرم آرہی ہے) کہ چند ایک ساتھی بھی سگریٹ نوشی میں ملوث ہیں۔ یہ بات ان کو کسی طرح بھی زیب نہیں دیتی اور نہ ہی مناسب ہے۔

مومن ایثار و قربانی کا مجسمہ ہے

قربانی ہی مومن کا زیور ہے

جذبۂ قربانی کے بغیر مومن نہیں

# دیکھتا چلا گیا !!

سیلانی کے قلم سے

۱۔ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کے قائد اور ایک صوبے کی سب سے بڑی روحانی گدی کے سجادہ نشین نے فرمایا "اب تو نماز پڑھنے اور پتنگ اڑانے کے بغیر کوئی شغل نہیں" ارشاد کیا ہے؟ سیاسی اور روحانی حقائق کا ایک بحر ناپیدا کنار۔

شغل کہتے ہیں ایسا کام جس کا مقصد محض دفع الوقتی ہو۔ ایسا کام جس کا کرنا نہ تو ضروری ہو نہ اس کا کوئی تعمیری مقصد ہو۔ اگر نماز محض شغل ہے تو ایک بہت بڑی علمی دریافت ہے اور دنیائے مذہب میں ایک بہت بڑا تخلیقی کارنامہ ہے۔ سنتے آئے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے نماز کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلی اور سب سے بڑی عبادت قرار دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی اہمیت بیان کرنے اور پابندی کرنے کی یہاں تک تاکید فرمائی ہے کہ روز حشر انسان جب اللہ تعالےٰ کی عدالت میں پیش ہوگا تو سب سے پہلا سوال نماز ہی کے متعلق ہوگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کو شعر کی زبان میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ؎

روزِ محشر کہ جاں گداز بود
اوّلین پُرسش نماز بود

مگر ہمارے روحانی پیشوا نماز کو محض ایک شغل قرار دیتے ہیں۔ اور شغل بھی اس درجے کا جو پتنگ بازی سے ملتا جلتا ہے، ممکن ہے یہ روحانیت کو ماڈرنائز کرنے کی کوشش ہو۔ قدیم اقدار کا ایٹمی دور کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ مشکل ہے ؎

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیر ما
چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما

پتنگ بازی کا ایک شغل ہونا تو سمجھ میں آتا ہے کیونکہ جونہی بسنت آتی ہے ہر گلی کوچے کونے کھدرے سے بچے۔ حشرات الارض کی طرح نکل آتے ہیں اور ہر طرف شور بپا ہوتا ہے۔ "بو کاٹا"، "بو کاٹا" مگر بڑے بوڑھوں کا پتنگ بازی کا شغل اختیار کرنا تو ایسا ہی لگتا ہے جیسے سینگ کٹا کر بچھڑوں میں ملنا ہؤا۔ ہاں کسی سیاس کا پتنگ باز بننا آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ کیونکہ پتنگ بازی کا مقصد اور کمال یہ ہے کہ دوسرے پتنگ بازوں کے پتنگوں کی ڈور کاٹی جائے اور بس، اپنا کچھ سنورے یا بگڑے اس کی فکر نہیں اگر فکر ہے تو اس کی کہ دوسروں کی ڈور کٹے۔ اس لئے اپنی ڈور کو مانجھا لگانے کے لئے دوسرے ملک سے کاریگر درآمد کرنے پڑیں یا عمدہ مانجھے والی ڈور درآمد کرنی پڑے کر گزرنا چاہیئے۔ پتنگ بازی کا منتہا یہی ہے، اور یہاں سیاست کا سارا فلسفہ یہی ہے کہ دوسروں کی ڈور کاٹنی ہے چنانچہ کوئی سیاسی جلسہ سن لیجئے دوسروں پر کیچڑ اچھالنے، پھبتیاں کسنے، گالیاں دینے کے بغیر کچھ نہ سنیں گے اور اگر کسی کی ڈور کٹ جائے تو بدھو نکالنے، بھنگڑا ڈالنے کا تتمہ دیکھنے میں آئے گا۔ کسی سیاسی جلسے میں کوئی مثبت رویّہ کہیں نظر نہیں آئے گا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو پتنگ بازی کا شغل ایک لحاظ سے سیاست بازی کی مشق ہے۔ مخالف کی ڈور کاٹنے کے لئے نظریات باہر سے درآمد کئے جائیں گے، مال باہر سے آئے گا۔ "کاریگر" باہر سے منگوائے جائیں گے تاکہ دوسروں کی ڈور کاٹی جا سکے اس لحاظ سے حضرت کا ارشاد بجا ہے کہ ان دنوں پتنگ بازی اور نماز کے بغیر کوئی شغل نہیں اگر نماز کا نام نہ لیتے تو بہتر تھا مگر یہ ایک مجبوری بن گئی ہے کہ کوئی نبک ہو یا میخانہ، سینما ہو یا میوزک سنٹر اس کے افتتاح کے لیے قرآن خوانی ضرور کرائی جاتی ہے۔ تاکہ اس "کاروبار" میں برکت ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کا تعلق جب اپنے رب سے منقطع ہو جاتا ہے تو وہ اس سے بھی بڑی بڑی حماقتیں کر بیٹھتا ہے۔

(۲) ایک خبر:۔

"ایک وفاقی وزیر نے گلگت، ہنزہ اور نگر کے ناظمین صلوٰۃ سے خطاب کیا"

بڑی مبارک خبر ہے۔ وفاقی وزیر اور ناظمین صلوٰۃ سے خطاب کرے

اللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہنزہ میں ناظمین صلواۃ کہاں سے آ گئے اور کس لئے مقرر ہوئے کیونکہ ہنزہ سٹیٹ میں اس سرے سے اُس سرے تک مسجد کا کہیں وجود نہیں ملتا، علی آباد خنجراب تک مسجد کا نام و نشان نہیں۔ ایک دفعہ دوران سفر نماز کے لیے مسجد کی تلاش ہوئی تو قطعہ یاد آ گیا ؎

دی شیخ باچراغ ہمیں گشت در ریاست
کز دیو و دد ملولم و یک مسجدم آرزوست
گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما
گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

گلگت کی حدود سے باہر نکلیں تو جہاں سے ہنزہ کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ وہاں سے چین کی سرحد خنجراب ٹاپ تک سول آبادی میں مسجد کا نام و نشان نہیں ملتا ہاں جہاں پاکستانی فوج کا عارضی یا مستقل قیام ہے وہاں ان لوگوں نے مسجد بنا رکھی ہے کیونکہ مسلمان کا وجود اور مسجد کا وجود لازم و ملزوم ہیں۔
معمّہ یہ ہے کہ جب پوری ریاست میں مسجد کوئی نہیں تو نمازی کہاں ہوں گے جب نمازی نہیں ہوں گے تو ناظم کہاں سے آئیں گے، ہاں ہمارے صدر محترم کی یہ بھی کرامت ہو سکتی ہے کہ ؎

جو بے نماز کبھی پڑھتے ہیں نماز اقبال
بُلا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں

اللہ کرے ناظمین صلواۃ کی برکت سے پاکستان کی اس ریاست میں کوئی مسجد ہی تعمیر ہو جائے۔ اور یہ برکت کا سلسلہ آگے تو شاید کوئی نمازی پیدا ہو جائے ؎

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت ذرخیز ہے ساقی

# بشریت کی زد میں خدائی

از مرشد آباد
اللہ بخش ناہر ایم، اے

اللہ تبارک وتعالےٰ کی عظمت وکبریائی انسانی شعور وادراک سے ورا الوریٰ ہے اور احاطۂ صفات، نطق عبدیت سے باہر۔ یہاں تک خیر الانام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ . . . .

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس شانِ بے حد حساب والا صانع جب صنعت گری کا ارادہ فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ۔ اور اپنی صنعت پیداوار میں سب سے اشرف و اعلیٰ ممتاز و محبوب تخلیق اسی عناصر ترکیبی کے مجموعے کو صورت بشری میں احسن تقویم کا خطاب دیا تو کیا وجہ ہے کہ یہی مسجودِ ملائک اپنی ارضی زندگی مکمل کرنے پر عالم نزع و قبر و حشر میں انہیں فرشتوں کے حوالہ برائے سرزنش کیا جائے

عظیم خالق کی اس اشرف تخلیق نے اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ کی صورت کیوں بدلی جب اپنے مقصد پیدائش کو بھول کر مادی اشیاء کے حصول کو اپنا (TARGET) سمجھا۔ آفاق میں گم ہوتا گیا اور آئینہ دل انواع و اقسام کی خواہشات کا اسیر ہو کر زنگ خوردہ ہو گیا فرمایا۔

کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ۔

یہ تو ہے عمومی انسانی حالت اب ذرا غور کریں اس شانِ کریمی کی طرف کہ اس راہ گم کردہ مسافر کو اس کے حال پر چھوڑ نہیں دیا بلکہ انبیاء علیہم السلام مبعوث فرما کر وقتاً فوقتاً صحائف نازل کر کے اسے راہِ راست پر لانے کی دعوت دی زنگ دور کرنے کے لئے صیقل بتا دیا رجوع کرنے والے کو مژدہ سنایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ اور کتاب لاریب میں ایک (PROCEDURE) تعلیم فرمایا کہ جس کو اپنا کر بندہ اس مقام تک رسائی حاصل

کرسکتا ہے کہ جہاں پر حدیث شریف کے مطابق اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتے ہیں من کان اللہ فکان اللہ لَہٗ کہ میں بندہ کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے۔ ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے پکڑتا ہے کُنتُ لَہٗ سَمعَہٗ وَبَصَرَہٗ اور غزوۂ بدر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفّار کی جانب کنکریاں پھینکیں۔ جن کا بیان فرمایا۔

وَمَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ مدینہ منورہ میں موجود ہیں لشکرِ اسلام سینکڑوں میل دُور دشمن سے دستِ بہ تیغ ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ "یَاسَارِیَۃَ الجَبل" حضرت ساریہؓ ہدایت پر عمل کرتے ہیں یہ تو ہے خیر اُمت اور امام و انعام اس سے قبل حضرت سلیمان علیہ السلام کے حواریوں کا قصّہ قرآن پاک میں درج ہے ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکتے حاضر کیا۔ فرمایا: قَالَ الَّذِی عِندَہٗ عِلمٌ مِّنَ الکِتَابِ اَنَا اٰتِیکَ بِہٖ قَبلَ اَن یَّرتَدَّ اِلَیکَ طَرفُکَ۔

لیکن یہ قوّت اور یہ خرقِ عادت کیونکر حاصل ہو۔ اس کے لئے ایک ہی راہ ہے جسے اللہ پاک فرماتے ہیں یہ میری راہ ہے یہ صراطِ مستقیم ہے۔ بندہ جب بھی جس حال میں بھی۔ جیسا بھی میری جانب چل پڑے میں توبہ قبول کرنے والا ہوں۔

اب یہ کہ راستے کی نشان دہی صرف لفظی و نظریاتی نہیں بلکہ عملی و مشاہداتی میسر فرمائی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُسوۂ حسنہ کو جسم و دل کی آنکھوں سے معائنہ فرمایا۔ اور پھر تابندہ ستاروں کی طرح اُمت کے لئے درسِ نجات ہیں بقول اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللہَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللہُ ط۔

کی محمد سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

کُرّۂ ارض کی پوری انسانیت کو صلائے عام ہے کہ پیراہن زندگی چاک ہونے سے قبل دین حق قبول کریں اور آقائے نامدار امام الانبیاء کے طریقہ مطہرہ کو اپناتے ہوئے انسانیت کی بلندیوں پر آشیانہ بنائیں ؎

حتیٰ کہ اپنے زُہد و ریاضت کے زور سے
خالق سے جا ملا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

اولادِ آدم کی تاریخ میں اپنے پدر خلیفۃ اللہ سے لے کر آج تک معراجِ مصطفوی ایک ایسا

ممتاز و مضبوط ہے جو اس جنت سے نکالے ہوئے انسان
کو منزل کی نشاندہی کرتا ہے اور اس کو اپنی اصل سے
متعارف! منتہائے حیات کا یہ تصور اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ
الْمُنْتَھٰی اس مرکب عناصر اربعہ فرسندۂ عالم امر میں جستجو
کا مادہ بیدار کرتا ہے ۔ تو یہ مشتِ خاک اپنے ویرانۂ دل کو
کھودتا ہے ؎

نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں

لیکن اس مقصود و عروج تک رسائی حاصل کرنے
کی قابلیت اس مِراۃ الرحمٰن میں نہ پائی جاوے تو یہ
جذبۂ تلاش حقیقت بندہ کو دنیا کی کسی بھی مادی
نعمت میں سکون ملنے سے عاجز رکھتا ہے۔ اس
صورت میں ایک ہی نسخہ ہے ۔ ایک ہی علاج ہے
کلام پاک میں فرمایا گیا ۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ
ترک یادِ خداوندی ہی باعث ہوتا ہے دل کی
موت کا اور زنگ کا اور اہتمام دوامِ ذکر ہی سچا
ہے قلب کی صحت و زندگی کا ۔ قول اللہ تعالےٰ

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ

یادِ باری تعالےٰ ایک ایسی دولت ہے جس
سے خدائے کریم کی توجہ و رحمت حاصل ہوتی ہے
معیّت خداوندی نصیب میں اسی سے ہے کہ حضرت
موسیٰ ؑ کو فرعون جیسی طاغوتی قوت کے مقابلہ و مناظرہ
کے لئے ذاتِ حق کی جانب سے کوئی لشکر ہمراہ نہیں
فرمایا بلکہ یہی تاکید ہوئی کہ میرے ذکر میں سستی نہ کرنا

صورتِ حال یہ ہوتی ہے کہ دامن سے ہتھیلیاں نکالتے ہیں
چمکنے لگتی ہیں ۔ زمین پر عصا ڈالتے ہیں اژدہا بن جاتا
ہے ۔ عصا پتھر پر مارتے ہیں پانی بہنے لگتا ہے بہتے
دریا سے گذرنا ہے تو دریا روانی روک لیتا ہے راستے
مل جاتے ہیں حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ظلّ خداوندی کے لئے جتنے بھی انعامات و مقامات
سیر و پرواز رکھے گئے ہیں ان سب کے لئے مطلب مقصود
بذریعہ کثرت ذکر اسم ذات بشمولیت صرف حصولِ
رضائے الٰہی ہی مدلّل و محقق و مستند وسیلہ ہے ؎

یادِ حق گر مونس جانت شود
ایں خدائی زیر خرمانت شود

انعاماتِ باری کے حصول کے لئے جب
کوئی مسافر ذکر و جہد کی راہ اختیار کرے تو اُسے
ایسی بے شمار دشوار گذار وادیوں سے گزرنا ہوتا
ہے جس کے لئے کسی دانائے راہ رہبر کی ضرورت
ہے ۔ حدیث پاک کے الفاظ میں اَوَّلَ الرَّفِیْقُ
بَعْدَ الطَّرِیْقُ اللہ تبارک و تعالےٰ نے حضور اکرمؐ
کو حضرات صحابہؓ کے تزکیہ و تصفیہ کے لئے ان
مبارک الفاظ میں ذکر فرمایا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ
الخ یہ دانائے سبل ختم الرسل کی بابرکت صحبت
و تربیت کا ثمرہ تھا جس نے یثرب کی کرۂ ارض

پر کی وحشی ترین قوم کی فہرست سے نکالا اور نوعِ انسانی کے لئے درس دہندہ بنا دیا۔

لیکن زمانی کے باوجود آج کے اس دورِ ظلمت میں بھی علمائے حق بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں اور اس گم کردہ راہِ انسانیت کو اس کی منزل دکھا رہے ہیں۔ اب یہ رہروِ منزل کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی شخصیتوں کی تلاش و امتیاز کرے کہ جن کی فیضِ صحبت سے اس کا تزکیہ ہو سکے پہچان بہت ضروری ہے اور یہ آسان بھی ہے دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ کوئی بھی مدعی ارشاد و سلوک اپنے زیرِ تربیت حلقہ کی باطنی اصلاح اور اصلاحِ احوال کرنے میں عملی طور پر کہاں تک کامیاب ہے مذکورہ صفات کا مالک اللہ کا بندہ جب کہیں میسر آ جائے تو اس کا دامن صدق و خلوص سے تھامنے والا خداوند کریم کی بے بہا عنایات پا لیتا ہے۔ بقول مولانا رومؒ ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

اور علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

ذوق شوق عطیۂ خداوندی ہے لیکن اس میں رنگ بھرنا کسی ماہر روحانیت کا کام ہے شیخ کامل کی اعانت سے ورد و ظائف ذکر لطائف، مجاہدات و مراقبات اپنا خاص اثر لاتے ہیں اور یہ بات کرنے سے تعلق رکھتی ہیں اور راہِ سلوک میں گفتار سے زیادہ کار کی ضرورت ہے۔

تخلیقِ انسانی کا مقصود و مطلوب و موعود بھی عرفانِ باری ہے اور قربِ خداوندی کے حصول کا قاعدہ کلیہ بھی یہی فرمایا ہے کہ:

يَهْدِيْ إِلَيْهِ مَنْ يُنِيْبُ ط

سالک راہ کی یہ انابت الی اللہ مرشد کامل کی معیت و یاوری میں اسے سیر و پرواز کی نئی دنیا دکھاتی ہے، ستاروں سے آگے جہانوں میں رسائی نصیب ہوتی ہے ؎

عشق کی ایک جست نے کر دیا قصہ تمام
اس جہانِ نیلگوں کو بیکراں سمجھا تھا میں
سبق ملا ہے معراجِ مصطفویؐ سے مجھے
عالمِ بشریت کی ہے زد میں خدائی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹

صفر المظفر ۱۴۰۵ھ نومبر ۱۹۸۴ء

ماہنامہ
# "المرشد"

بیاد و یادگار حضرت العلام مولانا اللہ یار خان نور اللہ مرقدہ

*

زیر سرپرستی

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ

اصلاح احوال و باطنی اصلاح

## شرح چندہ

| | |
|---|---|
| فی پرچہ : | ۴/- |
| سالانہ چندہ : | ۴۵/- |
| مشرق وسطیٰ : | ۱۲۰/- |
| یورپ : | ۱۴۰/- |
| امریکہ کینیڈا : | ۱۶۰/- |
| لیبیا : | ۱۵۰/- |

# فہرست مطبوعات ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| دلائل السلوک خاص ایڈیشن | ۶۰/- | مسئلہ ایمان بالقرآن | ۳/- | خدایا این کرم بار دگر کن | ۱۰/- |
| دلائل السلوک اردو | ۲۵/- | بنات رسول ؐ | ۲/- | برزم انجم | ۲۰/- |
| دلائل السلوک انگلش | ۶۰/- | داماد علی ؓ | ۲/- | علم و عرفان | ۲/۵۰ |
| حیات برزخیہ | ۲۵/- | تفسیر آیات اربعہ | ۵/- | فوز عظیم | ۲/۵۰ |
| حیات انبیاء اول | ۱۵/- | حضرت امیر معاویہ ؓ | ۱۰/- | فضائل توبہ و استغفار | ۲۵/- |
| حیات ائمہ مذاہب اربعہ | ۱۰/- | دربار حبیب میں چند روز | ۵/- | پاکیزہ معاشرہ | ۱۰/- |
| الدین الخالص | ۲۵/- | اسرار التنزیل اول تا چہارم فی | ۱۰/- | حج کی دعائیں تین حصص | ۵/- |
| ایمان بالقرآن | ۲۰/- | درس قرآن و راہی کرب و بلا | ۵/- ۱/۵۰ | امداد السلوک | ۲۰/- |
| تحذیر المسلمین | ۲۵/- | ارشاد السالکین | ۵/- | ضیاء القلوب | ۱۵/- |
| الجمال والکمال | ۵/- | انوار التنزیل | ۵/- | فیوض الحرمین | ۱۲/۵۰ |
| سیف اویسیہ | ۱۰/- | لغزشیں | ۱۰/- | اللہ کی باتیں | [illegible] |
| کمالات و عقائد علمائے دیوبند | ۵/- | دین و دانش | ۱۰/- | احادیث قدسیہ مترجم | ۲۰/- |
| اسرار الحرمین | ۵/- | کس نے آئے تھے | ۵/- | الکمال الشیم | ۳۳/- |
| تعارف | ۳/- | ذکر اللہ عربی | ۳/- | الفتح الربانی | ۴۵/- |
| تحقیق حلال و حرام | ۴/- | مغالطے | ۵/- | تعلیم الدین | ۱۰/- |
| حرمت ماتم | ۴/- | تصوف و تعمیر سیرت | ۱۰/- | فتوح الغیب | ۱۵/- |
| ایجاد مذہب شیعہ | ۴/- | کونوا عباد اللہ | ۳/- | ایک نصیحت آموز خط | ۳/- |
| شکست اعدائے حسین | ۳/- | اطمینان قلب | ۱۵/- | حیات المسلمین | ۱۵/- |

ملنے کا پتہ

**ادارہ نقشبندیہ اویسیہ و ماہنامہ "المرشد" دار العرفان منارہ ضلع جہلم**

سول ایجنٹ :۔ مدنی کتب خانہ گنپت روڈ۔ لاہور

## www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے

انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبدالباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255